ارکانِ ایمان

ایک تعارف

ایمان باللہ
ایمان بالملائکہ
ایمان بالکتب
ایمان بالرسل
ایمان بالیوم الآخر
ایمان بالقدر

تالیف
حافظ محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ

تقدیم ونظر ثانی
الشیخ محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ



توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

ارکانِ ایمان

ایک تعارف

تالیف

شیخ حافظ محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ

تقدیم ونظر ثانی

شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

❖ نامِ کتاب: ارکانِ ایمان
❖ تالیف: شیخ حافظ محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ
❖ تقدیم ونظر ثانی: شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
❖ دوسرا ایڈیشن: ۱۴۲۸ھ ، ۲۰۰۷ء
❖ تعداد: ۳۰۰۰
❖ ناشر: توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❁ هندوستان میں ملنے کے پتے ❁

1-توحید پبلیکیشنز
ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۲۶۶۵۰۶۱۸، بنگلور۔۵۶۰ ۰۴۱
2-چارمینار بک سنٹر
چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰ ۰۵۱
3-دار التوعیة
اسلامی سی۔ڈیز، کیسیٹس اور بک ہاؤس۔
نمبر:۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ
فون:۲۵۵۴۹۸۰۴۔۰۸۰
شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰۰۵۱

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,Phone#26650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3.Darul Taueyah
Islamic Cassettes,Cds & Books
House,Door#7,Ist Cross
Charminar Masjid Road
SivajiNagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804
4-Tel:2492129,Mysore.

Emailto:tawheed_pbs@hotmail.com

آئینۂ مضامین

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر



حرفِ چند

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِینُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.أَمَّا بَعْدُ :

قارئینِ کرام !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کتبِ احادیث کی مشہور ومعروف حدیث ''حدیثِ جبرائیل'' میں نبیٔ اکرم ﷺ نے ارکانِ ایمان، ارکانِ اسلام، حقیقتِ احسان اور قیامت وعلاماتِ قیامت کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ بات تو ہمارے مسلمانوں میں بچپن سے ہی یاد کروادی جاتی ہے کہ ایمان کے ''چھ ارکان'' کون کون سے ہیں؟ لیکن ان ارکانِ ایمان کی تفصیل نہیں سکھلائی جاتی لہٰذا ان کی بنیادی معلومات پر مشتمل یہ رسالہ پاک وہند اور خصوصاً کویت کے ایک معروف عالمِ دین جناب حافظ محمد اسحاق زاہد صاحب نے ترتیب دیا جو کہ وحید عبدالسلام بالی کی کتاب کے اردو ترجمہ ''جادو کا علاج'' اسی طرح ''ارکانِ اسلام'' اور بعض دیگر مفید کتب کے حوالے سے لوگوں سے خراجِ تحسن حاصل کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''ارکانِ ایمان'' بھی انہی کی تصنیفِ لطیف ہے جسے مرتب کرنے میں انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ کے مطبوعہ رسالہ ''ارکانِ ایمان'' سے کافی استفادہ کیا ہے۔اس کتاب کو پہلے جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کے تابع کام کرنے والے مرکز دعوۃ الجالیات جلیب الشیوخ الکویت نے کثیر تعداد میں چھاپ کر تقسیم کیا ہے اور اب اسے توحید

پبلیکیشنز بنگلور کی طرف سے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ مؤلف ومقدِّم اور ناشرین کو ثوابِ دارین سے نوازے اور قارئین کیلئے اسے ذریعۂ استفادہ بنائے۔ آمین

اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابو عدنان محمد منیر قمر

مترجم المحکمۃ الکبریٰ، الخبر ۱۴۲۷/۱۱/۲ھ

الرمز البریدی: ۳۱۹۵۲ (سعودی عرب) ۲۰۰۶/۱۱/۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان کی اہمیت

معزز قارئین ! اس رسالے کا آغاز ہم قرآنِ مجید کی دو آیاتِ مبارکہ سے کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُوْنَ﴾ (سورة النحل:٩٧)

''جو شخص نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ایمان والا ہو، تو اسے ہم یقیناً بہت ہی اچھی زندگی عطا کریں گے، اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾

(سورة الرعد: ٢٩)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے، ان کیلئے خوشحالی بھی ہے اور عمدہ ٹھکانا بھی۔''

پہلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والے ہر مرد و عورت کو دنیا میں پاکیزہ زندگی عطا کرنے اور آخرت میں ان کے اعمال کا بہتر بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس شرط پر کہ عمل کرنے والا، خواہ مرد ہو یا عورت، ایمان والا ہو....اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کی کامرانی وکامیابی کیلئے ایمان بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور عملِ صالح کرنے والوں کو دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں عمدہ ٹھکانے کی خوشخبری سنائی ہے...اور یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان کی بنیاد پر ہی دونوں جہانوں کی فلاح نصیب ہو سکتی ہے۔

اگر ایک انسان ایمان والا ہو، اوراس کے ساتھ ساتھ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی کرتا ہو،اوراسی حالت میں،توبہ کرنے سے پہلےاس کی موت آجائےتوروزِقیامت اگراللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسےاس کے گناہوں کی سزادے گا اور پھراس کے ایمان ہی کی بنیاد پراسے جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل کردے گا،جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث الشفاعة کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((فَأَقُوْلُ : أَنَا لَهَا ، فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّىْ ، فَيُؤْذَنُ لِىْ ، فَأَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدٍ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ ، يُلْهِمُنِيْهِ اللّٰهُ ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا ، فَيُقَالُ لِىْ : يَا مُحَمَّدُ ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَکَ ، وَسَلْ تُعْطَهُ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَقُوْلُ : رَبِّ أُمَّتِىْ أُمَّتِىْ ، فَيُقَالُ : اِنْطَلِقْ، فَمَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ، ثُمَّ أَرْجِعُ إِلٰى رَبِّىْ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا ، فَيُقَالُ لِىْ : يَا مُحَمَّدُ ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَکَ ، وَسَلْ تُعْطَهُ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَقُوْلُ : رَبِّ أُمَّتِىْ أُمَّتِىْ ، فَيُقَالُ : اِنْطَلِقْ ، فَمَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ، ثُمَّ أَعُوْدُ إِلٰى رَبِّىْ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا ، فَيُقَالُ لِىْ : يَا مُحَمَّدُ ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَکَ ، وَسَلْ تُعْطَهُ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَقُوْلُ : رَبِّ أُمَّتِىْ أُمَّتِىْ ، فَيُقَالُ : اِنْطَلِقْ ، فَمَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ أَدْنٰى أَدْنٰى أَدْنٰى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ...))

"میں کہوں گا: میں اس (شفاعت) کیلئے تیار ہوں، چنانچہ میں جاؤں گا، اور اپنے رب سے اجازت طلب کرونگا، اور جب مجھے اجازت دی جائے گی تو

میں اس کی بارگاہ میں کھڑا ہوجاؤنگا اور اس کی وہ تعریفیں کرونگا جواب نہیں کر سکتا، وہ صرف اسی وقت اللہ تعالیٰ مجھے الہام کرے گا، پھر میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجاؤں گا، پھر مجھے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، اور بات کیجئے، آپ کی بات سنی جائے گی، اور سوال کیجئے، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں کہوں گا: ''اے میرے رب! میری امت کی بخشش فرما اور میری امت کو جہنم سے بچا۔'' کہا جائے گا: ''آپ جایئے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لیجئے!'' چنانچہ میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا جیسا کہ مجھے حکم دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے رب کے پاس واپس لوٹ کر آؤں گا، اور وہی تعریفیں پھر عرض کرونگا، اور اس کے بعد سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے کہا جائے گا: ''اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، اور بات کیجئے، آپ کی بات سنی جائے گی، اور سوال کیجئے، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں کہوں گا: ''اے میرے رب! میری امت کی بخشش فرما، اور میری امت کو جہنم سے بچا۔'' کہا جائے گا: ''آپ جایئے اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لیجئے!'' چنانچہ میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا جیسا کہ مجھے حکم دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے رب کے پاس واپس لوٹ کر آؤں گا، اور وہی تعریفیں پھر عرض کرونگا، اور اس کے بعد سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔ پھر مجھے کہا جائے گا: ''اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، اور بات کیجئے، آپ کی بات سنی جائے گی، اور سوال کیجئے، آپ کا سوال پورا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' میں کہوں گا: ''اے میرے رب!

میری امت کی بخشش فرما ، اور میری امت کو جہنم سے بچا۔'' کہا جائے گا :
'' آپ جایئے اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے سے بھی کم ، اور
اس سے بھی کم ، اور اس سے بھی کم ایمان ہو اسے بھی جہنم سے نکال لیجئے !''
چنانچہ میں جاؤں گا اور اسی طرح کرونگا جیسا کہ مجھے حکم دیا جائے گا...الخ (1)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ روزِ قیامت ایمان ہی کی بنیاد پر انسان کی نجات ممکن ہو سکے گی ، اور کسی انسان کی نجات کیلئے ایمان اس قدر اہم ہے کہ اگر یہ رائی کے دانے سے بھی کم ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔

جب ایمان دنیا و آخرت میں انسان کی کامیابی اور نجات کیلئے اتنا اہم ہے تو اس کی تعریف کا جاننا اور اس کے ارکان معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔

ایمان کا مفہوم

ایمان تین چیزوں کا نام ہے۔

(قول باللسان ، واعتقاد بالجنان ، وعمل بالأركان)
'' زبان کا اقرار، دل کی تصدیق اور اعضاء کا عمل۔''

یعنی زبان سے ایمان کے تمام ارکان کا اقرار کرنا، اور دل سے ان کی تصدیق کرنا، مثلا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں اس کی وحدانیت کا زبان سے اقرار کرنا اور دل میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اکیلا ہی ساری کائنات کا خالق و مالک اور عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح وہ اپنے اسماء وصفات میں بھی یکتا اور متفرد ہے۔

نیز ایمان کی تعریف میں دل کے یہ اعمال بھی شامل ہیں: اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا، اسی سے ڈرنا، اسی کی طرف رجوع کرنا اور اسی پر توکّل کرنا وغیرہ۔

---

(1) صحیح مسلم: ۱۹۳

اور چونکہ ایمان کے ضمن میں اعمال بھی شامل ہیں اس لیئے عملِ صالح کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی کرنے سے ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾(سورۃ الانفال: ۲تا۴)

”سچے مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں، (اور) وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے جو مال ودولت انہیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں جن کیلئے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں، بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔“

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے مومنوں کی پانچ صفات ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے پہلی تین صفات کا تعلق دل سے ہے، اور دوسری دو صفات کا تعلق اعضاء سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی اور سچے ایمان کے حصول کیلئے اعضاء کا عمل ضروری ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عمل صالح سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایمان اور عمل

ایمان صرف زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق ہی کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عملِ صالح بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں ان

لوگوں کو جنت کی خوشخبریاں سنائی ہیں جو ایمان والے اور عملِ صالح کرنے والے ہوں، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَّلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

(سورة البقرة: ۲۵)

"(اے پیغمبر!) جو لوگ ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں انہیں خوشخبری دے دیجیئے کہ ان کیلیئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جب بھی انہیں کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے: یہ تو وہ پھل ہیں جو ہمیں اس سے پہلے (دنیا میں) دیئے جا چکے ہیں، کیونکہ جو پھل انہیں دیا جائے گا وہ شکل وصورت میں دنیا کے پھل سے ملتا جلتا ہوگا، نیز ان ایمان والوں کیلیئے وہاں پاک وصاف بیویاں (بھی) ہونگی، اور وہ ان باغات میں ہمیشہ قیام پذیر رہیں گے۔"

اور اسی طرح فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

(سورة البقرة: ۲۷۷)

"البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیئے، نماز قائم کرتے رہے، اور زکٰوۃ ادا کرتے رہے، تو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہونگے۔"

بلکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر تمام انسانوں کو خسارہ پانے والا قرار دیا ہے، سوائے ان کے جو ایمان والے ہوں اور عملِ صالح کرتے ہوں، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ O إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ O إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ (سورۃ العصر)

"زمانے کی قسم! بلا شبہ انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

اور سورۃ التین میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نہیں، کئی قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ تمام انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود ادنیٰ ترین مخلوق کے درجے میں ہیں، سوائے ان کے جو ایمان والے ہوں اور عملِ صالح کرتے ہوں، فرمایا:

﴿ وَالتِّيْنِ O وَالزَّيْتُوْنِ O وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ O وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ O لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ O إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ (سورۃ التین)

"قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی، اور طورِ سینا کی، اور اس امن والے شہر (مکہ) کی، کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے، پھر ہم نے اسے ادنیٰ ترین مخلوق کے درجہ میں لوٹا دیا، بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے، ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔"

ان تمام آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اعضاء کے اعمال بھی ایمان میں شامل ہیں۔

① اوامر پر عمل

اعضاء کے اعمال میں ایک تو وہ اعمال ہیں جن کا تعلق امتثالِ اوامر سے ہے، یعنی ان احکامات پر عمل کرنا جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے صادر فرمائے، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد... وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ○ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴾ (سورة المؤمنون: ۱ تا ۱۱)

''ایمان والے لوگ کامیاب ہو گئے، جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں، اور جو بے ہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں، اور جو زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے جو ان کے قبضہ میں ہوں، کیونکہ ان کے معاملہ میں ان پر کوئی ملامت نہیں، البتہ ان کے سوا جو کوئی اور ذریعہ تلاش کرے تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور عہد و پیان کا پاس رکھتے ہیں، اور اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں، یہی لوگ ایسے ہیں جو جنتِ فردوس کے وارث بنیں گے، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جو صفات ذکر فرمائی ہیں ان میں سے بعض کا تعلق دل سے اور بعض کا تعلق اعضاء سے ہے، اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اعضاء کے اعمال ایمان میں شامل ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ﴾

(سورة الحجرات: ۱۵)

”(حقیقی) مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہیں پڑے، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی سچے (مومن) ہیں۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سچے مومن قرار دیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اپنی جانوں اور اپنے اموال کے ساتھ جہاد بھی کرتے ہیں، تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جہاد بھی ایمان میں شامل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ)) (2)

”جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کی بات ہی کرے، ورنہ خاموش رہے، اور جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔“

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خیر کی بات کرنا، پڑوسی کے حقوق ادا کرنا اور مہمان نوازی کرنا... یہ سارے اعمال ایمان میں شامل ہیں۔

② نواھی سے اجتناب

اعضاء کے اعمال میں امتثالِ اوامر کے ساتھ ساتھ اجتنابِ نواہی بھی شامل ہے، یعنی ان اعمال سے بچنا جن سے اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے، اور نواہی میں سب سے پہلے شرک سے منع کیا گیا ہے۔

---

(2) بخاری: ۶۰۱۸، ۶۴۷۵، ۶۱۳۸، مسلم: ۴۷

شرک سے اجتناب :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (سورة الأنعام: ۸۲)

"جو لوگ ایمان لائے ، پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا، انہی کیلئے امن وسلامتی ہے، اور یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گذری، چنانچہ انہوں نے کہا: ہم میں سے کون ہے جس نے (گناہ اور معصیت کے ذریعے) اپنی جان پر ظلم نہیں کیا؟ اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَیْسَ هُوَ کَمَا تَظُنُّوْنَ ، إِنَّمَا هُوَ کَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ ﴿ یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾))[3]

"اس سے مراد وہ نہیں جیسا کہ تم گمان کررہے ہو، بلکہ اس سے مراد (شرک ہے) جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

معاصی سے اجتناب :

اسی طرح معاصی (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں) سے اجتناب کرنا بھی ایمان میں شامل ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))[4]

---

(3) بخاری: ۳۲، مسلم: ۱۲۴ واللفظ لہ (4) بخاری: ۲۴۷۵، مسلم: ۵۷

”کوئی زانی اس حالت میں زنا نہیں کرسکتا کہ وہ مومن ہو، اور کوئی چور اس حالت میں چوری نہیں کرسکتا کہ وہ ایمان والا ہو، اور کوئی شرابی اس حالت میں شراب نوشی نہیں کرسکتا کہ وہ مومن ہو۔“

ایمان کے شعبے

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَلْإِيْـمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ[أَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ] شُعْبَةً : فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ)) (5)

”ایمان کے ستر (یا ساٹھ) سے زیادہ شعبے ہیں، سب سے افضل شعبہ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه) کہنا ہے، اور سب سے کم تر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔“

ارکانِ ایمان

ارکانِ ایمان چھ ہیں:

- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔
- اس کے فرشتوں پر ایمان لانا۔
- اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔
- اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔
- قیامت کے دن پر ایمان لانا۔
- اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلٰـكِـنَّ الْبِـرَّ مَـنْ آمَـنَ بِـاللهِ وَالْيَـوْمِ الآخِـرِ وَالْـمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ (سورة البقرہ:۱۷۷)

”درحقیقت نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اور قیامت کے دن

(5) مسلم:۳۵

پر،اور فرشتوں پر،اور کتاب پر،اور تمام نبیوں پر۔“

اور فرمایا:

﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾ (سورة البقرہ:۲۸۵)

”رسول ایمان لائے اس چیز پر جو ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری،اور مؤمن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے،اس کے رسولوں کے درمیان ہم تفریق نہیں کرتے،اور کہتے ہیں کہ اے رب! ہم نے تیرا ارشاد سن لیا اور مان لیا، اے ہمارے رب! ہمیں تیری بخشش چاہیئے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے“۔

اور فرمایا:

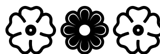
﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ (سورة البقرہ: ۴۹)

”بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔“

اور نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَلْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ)) (6)

”ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں،اور اس کے فرشتوں پر،اس کی کتابوں پر،اس کے رسولوں پر،قیامت کے دن پر اور اچھی و بری تقدیر پر۔“



(6) مسلم:۸

پہلا رکن: ایمان باللّٰہ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

ایمان باللہ تین چیزوں پر اعتقاد رکھنے کا نام ہے:

اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اس پوری کائنات کا رب ایک ہی ہے، اور وہ اکیلا ہی اس کا خالق و مالک ہے، وہی اس کے تمام امور کی تدبیر کرنے والا اور وہی اس کائنات کے معاملات میں تصرّف کرنے والا ہے، روزی دینے والا، زندہ کرنے والا اور مارنے والا وہی ہے، اور وہی نفع ونقصان کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی رب (پروردگار) نہیں، وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے، اور جس چیز کا ارادہ کر لے اسے کہتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وہی ہے، وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، وہ دوسروں سے بے پرواہ ہے، ہر قسم کا حکم اسی کیلئے ہے، ہر قسم کی بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی غلبہ پانے والا ہے، بلکہ تمام مخلوقات فرشتے اور جن وانس سب اسی کے غلام اور بندے ہیں، یہ سب اس کی بادشاہت، طاقت اور اس کے ارادے سے باہر نہیں نکل سکتے، وہ ایک پاک ذات ہے۔

یہ تمام خصوصیات صرف اسی کا حق ہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ان چیزوں کا اس کے سوا اور کوئی حق دار نہیں، ان چیزوں کی نسبت کسی دوسرے کی طرف کرنا، یا ان میں سے کسی چیز کا اثبات اس کے سوا کسی اور کیلئے کرنا قطعاً جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَاءً وَّأَنْزَلَ مِنَ

السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾

(سورۃ البقرہ: ۲۱تا۲۲)

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہ ذات جس نے زمین کو تمہارے لیئے بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کیئے جو تمہارے لیئے روزی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سورۃ آل عمران: ۲۶)

''آپ کہہ دیجیئے: اے اللہ! اے تمام بادشاہت کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ ھود: ٦)

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(سورۃ الأعراف: ۵۴)

''یاد رکھو! اللہ ہی کیلیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام عالَم کا پروردگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بے شمار دلائل ہیں، اور جو شخص بھی ان پر غور وفکر کرے گا اس کے علم کو پختگی حاصل ہوگی اور اس کا یقین بڑھ جائے گا کہ باری تعالیٰ اپنی ربوبیت والوہیت میں یکتا ولاثانی ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

ان دلائل میں سے چند ایک کو بطورِ مثال ذکر کیا جاتا ہے:

① کائنات کی تخلیق اور اس کا عجیب وغریب نظم ونسق اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے، اور جو آدمی بھی غور وفکر اور سوچ وبچار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

یہ زمین وآسمان، سورج اور چاند، حیوانات، نباتات وجمادات، اور لیل ونہار کا بڑا ہی دقیق نظام..... یہ سب چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا ہی ان کا خالق ومالک اور عبادت کا مستحق ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ (سورۃ الأنبیاء: ۳۱ تا ۳۳)

’’اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تا کہ وہ ہچکولے نہ کھائے، اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنادیں تا کہ وہ راستہ معلوم کرلیں، اور آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے، سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔‘‘

② اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و وحدانیت کی متعدد نشانیاں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمِنْ ايَاتِهٖٓ أَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ ايَاتِهٖٓ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ ايَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ ۝ وَمِنْ ايَاتِهٖ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ ايَاتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَيُحْيِيْ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ ايَاتِهٖٓ أَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهٖ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴾

(سورۃ الروم: ۲۰ تا ۲۵)

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان بن کر ہر جگہ پھیل رہے ہو۔ اور ایک یہ کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیئے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی، اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے کئی نشانیاں ہیں۔ اور ایک یہ کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

کیا، اور تمہاری زبانیں اور تمہارے رنگ مختلف بنا دیئے، دانشمندوں کیلیئے اس میں بھی یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔ نیز تمہارا رات اور دن کو سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے، جو لوگ غور سے سنتے ہیں ان کیلیئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور ایک یہ کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تم ڈرتے بھی ہو اور امید بھی رکھتے ہو، اور آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین کو اس کے مرنے (بنجر ہو جانے) کے بعد زندہ کر (زرخیز) دیتا ہے، سمجھنے والوں کیلیئے اس میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمین و آسمان اسی کے حکم سے (بلاستون) قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں ایک ہی دفعہ پکارے گا تو تم زمین میں سے نکل کھڑے ہوگے۔''

③ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی جانوروں کے پیٹ سے نکلنے والا صاف، سفید، خوش رنگ، پاکیزہ، مزیدار اور خالص دودھ بھی ہے، جو محض ایک مشروب ہی نہیں بلکہ انسانی جسم کی نشوونما کیلیئے مکمل غذا کا کام دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشَّارِبِينَ ﴾ (سورة النحل: ٦٦)

''اور تمہارے لیئے چوپایوں میں بھی نشانِ عبرت موجود ہے، ان کے پیٹوں میں غذا کا فضلہ اور خون موجود ہوتا ہے، تو ان دونوں چیزوں کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلیئے خوشگوار ہوتا ہے۔''

④ اسی طرح قدرتِ الٰہی کی ایک بڑی نشانی شہد کی مکھی کے پیٹ سے نکلنے والا لذیذ مشروب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلیئے شفا رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ○ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً

يَّخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ﴿ (سورة النحل: ٦٨تا٦٩)

''اورآپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور (انگور وغیرہ کی) بیلوں میں اپنا گھر (چھتّا) بنا، پھر ہر قسم کے پھل سے اس کا رس چوس، اور اپنے رب کی ہموار کردہ راہوں پر چلتی رہ، ان مکھیوں کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے شفا ہے، یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی اور اس کے پیٹ سے نکلنے والے مشروب میں قدرتِ الٰہی کی کئی نشانیاں موجود ہیں:

(۱) شہد کی مکھی کی طرف اللہ تعالیٰ کی فطری وحی کے نتیجے میں وہ اپنے لیئے ایسا چھتّا یا اپنا گھر بناتی ہے جسے انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ماہر انجینئر نے اس کی ڈیزائننگ کی ہے، اس چھتّے میں خانے ہوتے ہیں اور انہی خانوں میں مکھیاں شہد کا ذخیرہ کرتی ہیں، اور بیرونی خانوں پر پہرہ دار مکھیاں پہرہ دیتی ہیں جو اجنبی مکھیوں یا کیڑوں کو ان خانوں میں گھسنے نہیں دیتیں۔

(۲) ایک مکھی ان مکھیوں کی سردار یا ملکہ ہوتی ہے، اور سب مکھیاں اس کی تابع فرمان ہوتی ہیں، اور وہ جب رزق کی تلاش میں نکلتی ہیں تو ان میں ایسا نظم وضبط پایا جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

(۳) مکھیاں تلاشِ معاش میں اڑتی اڑتی دور دراز جگہوں پر جا پہنچتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھلوں، پھولوں اور میٹھی چیزوں پر بیٹھ کر ان کا رس چوستی ہیں، پھر یہی رس اپنے چھتّا کے خانوں میں لاکر ذخیرہ کرتی رہتی ہیں، گویا ان مکھیوں کا نظم وضبط، پیہم آمد ورفت، ایک خاص قسم کا

گھر تیار کرنا، پھر باقاعدگی کے ساتھ اس میں شہد کو ذخیرہ کرتے رہنا... یہ سب راہیں اللہ تعالیٰ نے مکھی کیلئے اس طرح ہموار کردی ہیں کہ اسے کبھی سوچنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

(۴) شہد مختلف رنگوں میں ہوتا ہے، اور اس کے متعدد خواص ہیں، سب سے اہم خاصیت یہ ہے کہ بہت سی بیماریوں کیلئے شفا کا حکم رکھتا ہے، اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ جو اشیاء شہد میں رکھی جائیں وہ بڑی مدت تک اس میں برقرار و بحال رہتی ہیں، اور اگر ادویہ ڈالی جائیں تو ان کا اثر حتی کہ ان کی خوشبو بھی طویل عرصہ تک برقرار رہتی ہے۔

(۵) سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ شہد کی مکھی بذاتِ خود ایک زہریلا پتنگا ہے، انسان کو ڈس جائے تو اس کی جلد متورم اور اس میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے، اور ایسے زہریلے پتنگے کے اندر سے نکلا ہوا شہد انسان کی اکثر بیماریوں کیلئے باعثِ شفا ہے، نیز اس کیلئے ایک شیریں اور لذیذ غذا کا کام بھی دیتا ہے۔(7)

ایمان باللہ کا دوسرا لازمی تقاضا یہ ہے کہ بندہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے، وہ اکیلا ہی تمام قسم کی ظاہری و باطنی عبادات کا مستحق ہے، اور عبادات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی پیغام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

(سورة النحل: ٣٦)

”اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جائے اور وہ اس عبادت سے راضی بھی ہو تو وہ طاغوت ہے۔

(7) تفسیر القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ

اور ہر رسول نے اپنی قوم سے یہی فرمایا:

﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (سورة الأعراف: ٥٩)

''تم ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾

(سورة البينة: ٥)

''اور انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیئے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔''

اور حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((أَتَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَلَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا))[8]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو عذاب میں مبتلا نہ کرے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

لہٰذا تمام عبادات (مثلاً دعا، نذر و نیاز، توکّل، ذبح وغیرہ) صرف اللہ تعالیٰ کیلیئے بجالائی جائیں، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں، اسی کو حاجت روا، مشکل کشا، بگڑی بنانے والا،

(8) متفق علیہ

داتااورنفع ونقصان کامالک سمجھاجائے، کیونکہ وہی معبودِ برحق ہے،جیسا کہ ارشادِباری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ (سورة الحج: ٦٢)

''یہ سب اس لیئے کہ اللہ ہی حق ہےاوراس کےسوا جس کوبھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہےاوربےشک اللہ ہی بلندی والااورکبریائی والا ہے۔''

اوراللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾

(سورة الأنعام: ١٦٢ تا١٦٣)

''آپ ان سے کہہ دیجیئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ رب العالمین کیلیئے ہے،جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کاحکم دیا گیاہے،اورمیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کافرمانبردارہوں۔''

اوررسول اللہ ﷺ کاارشادِگرامی ہے:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ،وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ ، لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ)) (9)

''تم جب بھی مانگنا چاہوتوصرف اللہ تعالیٰ سے مانگواورتمہیں جب بھی مدد کی ضرورت ہوتوصرف اللہ تعالیٰ سے مددطلب کرو،اوراس بات پراچھی طرح سے یقین کرلوکہ اگرتمام لوگ مل کرتمھیں کوئی نفع پہنچانا چاہیں تووہ ایسانہیں کر

(9) احمد ، ترمذی ـ صحيح الجامع للألبانی : ٧٩٥٧

سکتے ،سوائے اس نفع کے جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے حق میں لکھ رکھا ہے، اور اگر وہ سب کے سب مل کر تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ ایسا بھی نہیں کر سکتے ، ہاں اللہ تعالیٰ نے تمھارا جو نقصان لکھ رکھا ہے، وہ تو ہو کر رہے گا۔"

ایمان باللہ کا تیسرا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس بات پر پختہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام اسمائے حسنیٰ (اچھے ناموں) سے موسوم ، اور صفاتِ کاملہ سے متّصف ہے ، اور وہ اپنے ان اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال میں یکتا ہے، جن کا ذکر اس نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں یا اس کے رسول ﷺ نے اپنی احادیثِ مبارکہ میں کیا ہے، اور ان میں اس کا کوئی مثیل ہے اور نہ کوئی شریک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورة الأعراف: ۱۸۰)

"اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں، لہٰذا تم ان ناموں سے ہی اللہ کو پکارا کرو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیئے کی ضرور سزا ملے گی۔"

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کجروی کرنے یا ٹیڑھی راہ اختیار کرنے سے مراد ایک تو یہ ہے کہ اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کا یا ان میں سے بعض کا انکار کیا جائے ، اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے اسمائے حسنیٰ ، اس کی جن صفاتِ عالیہ پر دلالت کرتے ہیں انہیں تسلیم نہ کیا جائے ، اور تیسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جن عظیم معانی پر دلالت کرتے ہیں ان کے خلاف عمل کیا جائے ، مثلاً اس کا ایک نام (الرزّاق) ہے، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رزق دینے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، اور اس کے خلاف عمل یہ ہے کہ اسے چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھولی پھیلائی جائے اور غیر اللہ کو رزق دینے والا تصوّر کیا جائے ، اسی طرح اس کا ایک نام

(العظیم) ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر قسم کی عظمت و بزرگی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، اور کائنات کے تمام امور میں اسی کا حکم چلتا ہے، اس لیئے جبینِ نیاز کا جھکانا اور سجدہ ریز ہونا صرف اسی کیلئے روا ہے، اور اس کے خلاف عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی بزرگ یا ولی کے سامنے اپنے آپ کو جھکایا جائے، یا اس کی قبر پر سجدہ کیا جائے، یا غیر اللہ کو کائنات کے امور میں تصرّف کرنے والا مانا جائے اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَهُوَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ))(10)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں، جو شخص انہیں شمار (یا حفظ) کرے گا جنت میں داخل ہوگا، اور وہ (اللہ تعالیٰ) طاق ہے، طاق ہی کو پسند فرماتا ہے۔“

اس سے مقصود اسمائے حسنیٰ کو صرف زبانی طور پر شمار کرنا یا حفظ کرنا نہیں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے مبارکہ کو یاد کر کے ان کے معانی کو اپنے دل میں اتارا جائے، اور ان کے خلاف عمل نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں جو اعتقاد ہم نے ذکر کیا ہے یہ دو بنیادوں پر قائم ہے:

① اللہ تعالیٰ کیلئے ہی وہ اچھے نام اور بلند صفات ہیں جو کہ اس کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں، نہ اس کا کوئی ہم مثل ہے اور نہ ہی کائنات میں سے اس کا کوئی شریک ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ”الحیّ“ (زندہ رہنے والا) ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ ”حیات“ ثابت ہوتی ہے، لہٰذا اس کے بارے میں ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کیلئے اسی کامل طریقے پر ثابت کیا جائے جس کا وہ مستحق ہے، اور یہ زندگی کامل، ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے کہ جس میں کمال کے تمام لوازم مثلاً علم اور قدرت وغیرہ موجود ہیں، اور یہ

(10) بخاری ومسلم

ایسی زندگی ہے جو شروع سے ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۲۵۵)

"اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے، جو زندہ جاوید اور قائم رہنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔"

② اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص مثلاً نیند، عاجز آجانا، جہالت اور ظلم وغیرہ سے پاک ہے اور مخلوق کی مشابہت سے مبرّا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ہر اس چیز کی نفی کی جائے جس کی نفی اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات سے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ: ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴾ (سورۂ حٰمٓ السجدہ: ۴۶)

"اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ﴾

(سورۂ فاطر: ۴۴)

"اور آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کردے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ (سورۂ مریم: ۶۴)

"اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔"

صفاتِ عالیہ کے اثبات کیلئے چند ضروری امور :

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ کو ثابت کرتے ہوئے پانچ امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

① قرآنِ مجید اور حدیثِ پاک میں وارد شدہ تمام صفات کو اللہ تعالیٰ کیلئے حقیقی طور پر ثابت کرنا۔

② اس بات پر پختہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمام کامل صفات سے متّصف ہے اور تمام عیوب ونقائص سے مبرّا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں کسی قسم کی مشابہت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں۔

④ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، اس لیئے ان صفات کی کیفیت معلوم کرنے کا تکلف کرنا یا بیان کرنا مخلوق کیلئے قطعاً درست نہیں۔

⑤ ان صفات پر مرتّب ہونے والے احکام اور آثار پر ایمان لانا۔

ان پانچ امور کی وضاحت کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کی صفت ''الاستواء'' سے مثال بیان کر سکتے ہیں، لہٰذا اس صفت میں ان چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

① شرعی نصوص میں صفت ''استواء'' وارد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، لہذا اس صفت کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرنا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (سورۂ طٰهٰ:۵)

''رحمٰن عرش پر مُستوی ہے۔''

② صفت ''استواء'' کو اللہ تعالیٰ کیلئے ایسے کامل طریق پر ثابت کرنا جس کا وہ مستحق ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر حقیقی طور پر مُستوی ہے جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مُستوی ہونے کو مخلوقات کے مُستوی ہونے سے تشبیہ نہ دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عرش سے بے نیاز ہے، اور وہ اس کا محتاج نہیں ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت پر غور وفکر نہ کرنا، کیونکہ یہ ایک غیبی معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ امام مالک ؒ کا مشہور قول ہے:

(اَلْإِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ ، وَالْكَيْفُ مَجْهُوْلٌ ، وَالْإِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ)(11)

یعنی ''استواء(کا معنیٰ) معلوم ہے، اس کی کیفیت نا معلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔''

⑤ اس صفت پر مرتّب ہونے والے احکام اور آثار پر ایمان لانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی اور بڑھائی جو اس کے شایانِ شان ہے، اور اسی طرح اس صفت سے اللہ تعالیٰ کا مطلقاً اپنی مخلوقات پر بلند ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں ان لوگوں پر ردّ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ذات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود مانتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے عرش پر ہی مُستوی ہے، ہاں وہ اپنی صفات (مثلاً علم، سننا، دیکھنا، نگرانی کرنا اور احاطہ کرنا وغیرہ) کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے، اور دنیا میں کوئی کام اس کے علم کے بغیر نہیں ہوتا، اور وہ کائنات کی تمام حرکات وسکنات کا علم رکھتا ہے، اور انہیں سنتا اور دیکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورة الأنعام: ۵۹)

''اور غیب کی چابیاں تو اسی کے پاس ہیں، اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے وہ اسے جانتا ہے، اور کوئی پتّا تک نہیں گرتا جسے وہ جانتا نہ ہو، نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو، اور تر اور خشک جو کچھ بھی ہے سب کتابِ مبین میں موجود ہے۔''

(11) بحوالہ الاعتصام شاطبیؒ

اور یہ جو ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے عرش پر مُستوی ہے، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی (العلیّ) بھی کرتا ہے جس سے اس کی صفت (العلوّ) ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ (سورة البقرة : ۲۵۵)

''وہ بلند و برتر اور عظمت والا ہے۔''

اور اللہ کے بندوں کے دل بھی سجدہ کی حالت میں، اور اسی طرح دعا کرتے ہوئے اسی بلندی کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں، اور سجدہ کرنے والا پکارتا ہے:

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى))

''پاک ہے میرا پروردگار جو بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔''

ذاتی اور فعلی صفات کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں جو عقیدہ ہم نے ذکر کیا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ یہی عقیدہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور فعلی صفات کے بارے میں بھی رکھتے ہیں، ذاتی صفات سے مراد وہ صفاتِ عالیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سے متعلق ہیں، مثلاً چہرہ، ہاتھ، پاؤں اور انگلیاں وغیرہ ہیں، اور یہ وہ صفات ہیں جن کا قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ، اور احادیثِ نبویہ میں ذکر آیا ہے، اور فعلی صفات سے مقصود وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعض افعال سے متعلق ہیں مثلاً آنا، نازل ہونا، محبت کرنا، راضی ہونا، پسند کرنا، ناپسند کرنا، ناراض ہونا، غضبناک ہونا، انتقام لینا، ہنسنا، خوش ہونا، دیکھنا، سننا وغیرہ.... یہ تمام صفات بھی قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ اہل السنۃ والجماعۃ ان تمام صفات کو اللہ تعالیٰ کیلئے اس طرح ثابت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی بڑھائی اور عظمتِ شان کے لائق ہے، اور وہ ان صفات کی تاویل نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتے ہیں، بلکہ ان پر یوں ایمان لاتے ہیں جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے۔

دوسرا رکن: ایمان بالملآئکۃ

فرشتوں پر ایمان لانا

① ایمان بالملائکہ کی تعریف:

اس بات پر پختہ اعتقاد رکھنا کہ ''ملائکہ'' اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں جسے اس نے نور سے پیدا فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، اور وہ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ کر گزرتے ہیں، اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اس سے ذرا نہیں اکتاتے، اور ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس نے ان کے ذمہ مختلف قسم کے فرائض سونپ رکھے ہیں۔

یاد رہے کہ ایمان بالملائکہ یعنی فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان کے ان چھ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے جن کے بغیر بندے کا ایمان نہ تو درست ہوتا ہے اور نہ ہی قبول کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ معزز فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے، اور اگر کوئی شخص ان کے وجود کا، یا ان میں سے بعض کے وجود کا انکار کرے، تو وہ کافر ہے اور کتاب وسنت اور اجماعِ امت کا مخالف ہے۔

② فرشتوں پر ایمان لانے کی کیفیت:

فرشتوں پر ایمان لانا دو طرح کا ہے: ① اجمالی۔ ② تفصیلی۔

① اجمالی ایمان:۔ یہ دو امور پر مشتمل ہے:

پہلا امر: ان کے وجود کا اقرار کرنا اور اس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے، ان کا وجود حقیقی ہے، اور ہمارا ان کو نہ دیکھ سکنا ان کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ کائنات میں کتنی ہی ایسی عجیب وغریب مخلوقات ہیں جن کا وجود حقیقی ہے لیکن ہم نے انہیں دیکھا نہیں، اور یہاں فرشتوں کے وجود پر

بعض دلائل کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

(۱) نبیٔ اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(رَأىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَلَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ، وَكُلُّ جَنَاحٍ مِّنْهَا قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ)(12)

"رسول اللہ ﷺ نے جبریلِ امین (علیہ السلام) کو اپنی اصل شکل میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے، اور ہر پر نے مشرق ومغرب کی پوری فضا (آسمان کو) ڈھانپا ہوا تھا۔"

(۲) اسی طرح بعض صحابہ ﷺ نے بھی بعض فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا جیسا کہ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں آئے، جن کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے، ان پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا اور ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا، انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان، قیامت اور اس کی علامات کے بارے میں سوالات کیئے، آپ ﷺ نے انہیں جوابات دیئے، پھر جب وہ چلے گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ یہ حضرتِ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔(13)

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جنگِ اُحد میں نبیٔ کریم ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمی دیکھے جنہوں نے سفید رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا، اور انہیں میں نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام۔(14)

---

(12) أخرجه احمد في المسند وذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره وقال: إسناده حسن: تفسير ابن كثير: ٢٦٥/٤

(13) مسلم: ٨

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ نے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں دیکھا تھا، اور یہ فرشتوں کے وجود کی دلیل ہے۔

(۳) فرشتوں کا جنگ بدر میں شریک ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلٰی إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴾ (سورة آل عمران: ۱۲۵)

"کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اگر) دشمن تم پر فوراً چڑھ آئے تو تمہارا رب خاص نشان رکھنے والے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔"

اور حضرت رفاعۃ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

((مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ ؟))

"اہلِ بدر کا آپ کے نزدیک کیا مقام ہے؟"۔

آپ ﷺ نے جواب دیا:

((مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ)) "وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔"

(یا آپ ﷺ نے اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

((وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَآئِكَةِ))

"اور اسی طرح وہ فرشتے بھی سب سے افضل ہیں جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے۔"(15)

(14) بخاری:۵۸۲۶ (15) بخاری:۳۹۹۲

دوسرا امر: ان کو جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے انہیں اسی پر برقرار رکھنا، اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مامور بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی ہے، ان کے مرتبہ کو بلند کیا اور انہیں اپنا تقرب نصیب کیا ہے، ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی وحی وغیرہ کے پیامبر اور قاصد ہیں، اور ان میں اتنی ہی طاقت ہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے، اس کے باوجود وہ اپنے اور دوسروں کے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں، اس لیئے کسی قسم کی عبادت کو ان کیلئے بجا لانا جائز نہیں، چہ جائیکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متّصف کیا جائے جیسا کہ عیسائیوں کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○ لَا يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورة الأنبياء: ۲۶ تا ۲۷)

"اور وہ (مشرک) کہتے ہیں کہ رحمٰن اولاد والا ہے، اس کی ذات پاک ہے، بلکہ وہ سب اس کے معزز بندے ہیں، کسی بات میں اللہ تعالیٰ پر سبقت نہیں لے جاتے، بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ (سورة التحريم: ٦)

"انہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں۔"

فرشتوں کے بارے میں یہ ہے "اجمالی ایمان" جو ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔

② تفصیلی ایمان:۔ تفصیلی ایمان ان چیزوں پر مشتمل ہے:

فرشتوں کی پیدائش: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے، جیسا کہ اس نے جنّوں کو آگ اور بنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا، اور ان کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ))(16)

''فرشتوں کونور سے پیدا کیا گیا، اور جنوں کو بھڑکنے والے شعلے سے، اور آدم کو اس چیز سے جس کا وصف تمہارے لئے بیان کیا گیا (یعنی مٹی سے)۔''

فرشتوں کی تعداد: فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں کہ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾ (سورة المدثر: ۳۱)

''اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ ، وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ، أَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعِ إِلَّا وَ مَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ))(17)

''بے شک میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، اور میں وہ چیز سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چرچرایا اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے، (کیونکہ) اس میں صرف چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی ایسی خالی جگہ نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو۔''

اور قصۂ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ البیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں، اور البیت المعمور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(16) مسلم: ۲۹۹۶ (17) ترمذی: ۲۳۱۲۔ وحسنہ الألبانی

((يَدْخُلُهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ))(18)

''اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو پھر کبھی دوبارہ اس کی طرف نہیں پلٹتے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُؤْتٰى بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا))(19)

''قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہونگی، اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے جو اسے کھینچ رہے ہونگے۔''

ان تمام احادیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ فرشتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کی تعداد کو جانتا ہے۔

فرشتوں کے نام: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ پاک میں جن فرشتوں کے نام ذکر کیئے ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے اور ان میں سے تین عظیم فرشتوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام، انہیں جبرائیل بھی کہا جاتا ہے اور وہی روح القدس ہیں، اور ان کے ذمے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا تھا۔

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام، انہیں میکال بھی کہا جاتا ہے، اور ان کے ذمے بارش نازل کرنا ہے، اور وہ اسے وہاں نازل کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

(۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام، جن کے ذمے صور میں پھونکنا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں، جب انہیں حکم ملے گا تو وہ صور میں پھونکیں گے جس سے دنیاوی زندگی کی انتہاء ہوجائے گی، اس کے بعد وہ دوبارہ اس میں پھونکیں گے جس سے لوگ اٹھ کھڑے ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے۔

(18) مسلم: ۱۶۲ (19) مسلم: ۲۸۴۲

<u>فرشتوں کی صفات</u>: فرشتے ایک حقیقی مخلوق ہیں، اور ان کے حقیقی اجسام ہیں جو بعض صفات سے متّصف ہیں، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ا) ان کی پیدائش کی عظمت اور اجسام کی ضخامت: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقتور شکلوں میں پیدا فرمایا ہے جو ان کے بڑے بڑے اعمال کے شایانِ شان ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیئے ہیں۔

ب) ان کے پر ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دو دو، تین تین اور چار چار پر بنائے ہیں اور اس سے زیادہ بھی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا، تو ان کے چھ سو پر تھے، اور ہر پر نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَآئِكَةِ رُسُلاً أُولِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ﴾ (سورۂ فاطر: ۱)

''تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور جو دو دو، تین تین، چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیامبر (قاصد) بنانے والا ہے، اور وہ مخلوق میں جس قدر چاہے اضافہ کرتا ہے۔''

ج) وہ کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ نہ تو کھانے کے محتاج ہیں اور نہ پینے کے، اور نہ وہ شادی کرتے ہیں اور نہ ہی آگے ان کی نسل چلتی ہے۔

د) فرشتے اصحابِ عقل و خرد اور دل والے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے، اور انہوں نے آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بھی کلام کی ہے۔

ھ) وہ اپنی حقیقی شکل کی بجائے دوسری شکل اختیار کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ طاقت و قوت عطا کی ہے کہ وہ انسان کی شکل و صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

و) فرشتوں کی موت: تمام فرشتے، ملک الموت سمیت قیامت کے دن فوت ہو جائیں گے،

پھر انہیں ان اعمال کی ادائیگی کیلئے دوبارہ اٹھایا جائیگا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کررکھے ہیں۔

ز) فرشتوں کی عبادت: فرشتے اللہ تعالیٰ کیلئے مختلف قسم کی عبادات بجالاتے ہیں مثلاً دعا، تسبیح، رکوع، سجود، خوف، خشیت، محبت وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾ (سورة الأنبياء: ٢٠)

”وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، سستی اور کمی نہیں کرتے۔“

فرشتوں کے فرائض: فرشتے وہ بڑی بڑی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱) عرش کے اٹھانے والے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَّـذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّـذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّـذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (سورة المؤمن: ٧،٨)

”جو (فرشتے) عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں، (اور کہتے) ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کررکھا ہے، لہٰذا جن لوگوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی پیروی کی انہیں بخش دے، اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے، اے ہمارے رب! انہیں ان ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، اور ان کے آباؤاجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد

میں سے جو صالح ہیں انہیں بھی، بلا شبہ تو ہر چیز پر غالب، اور حکمت والا ہے"۔

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ کئی فرشتے ایسے ہیں جو عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور وہ اللہ رب العزت کی تسبیحات پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان ایمان والوں کیلئے دعائیں بھی کرتے ہیں جنھوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کی۔

۲) وہ فرشتہ جس کے ذمے رسولوں پر وحی کو نازل کرنا ہے، اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾

(سورة البقرة: ۹۷)

"جو جبرائیل کا دشمن ہو اس سے آپ کہہ دیجیئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر پیغامِ باری اُتارا ہے۔"

۳) وہ فرشتہ جس کے ذمے "صور" میں پھونکنا ہے، اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

۴) وہ فرشتے جو بنی آدم کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

(سورة الإنفطار: ۱۰ تا ۱۲)

"اور تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں، جو معزز ہیں اعمال لکھنے والے، جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔"

اعمال کے لکھنے والے فرشتے دن اور رات کے الگ الگ ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَآئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ

يُصَلُّوْنَ ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ)) (20)

''تم میں دن اور رات کے فرشتے باری باری آتے ہیں، اور وہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے وقت جمع ہوتے ہیں، پھر وہ فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں جنہوں نے تمہارے پاس رات گذاری ہوتی ہے، چنانچہ ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے، حالانکہ وہ ان کے بارے میں زیادہ جانتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور جب ان کے پاس آئے تو بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔''

۵) وہ فرشتے جن کے ذمے بادل لانا، بارش برسانا اور پودوں کو اُگانا ہے۔

٦) وہ فرشتے جن کے ذمے پہاڑوں کے امور ہیں۔

۷) جنت اور جہنم کے خازن۔

۸) وہ فرشتے جو بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ﴾

(سورة الرعد: ۱۱)

''ہر شخص کے آگے اور پیچھے اللہ کے مقرر کردہ نگران (فرشتے) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

۹) وہ فرشتے جن کے ذمے انسان کے ساتھ رہنا اور اس کیلئے بھلائی کی دعا کرنا ہے۔

۱۰) وہ فرشتے جو رحم میں نطفہ کے امور اور انسان میں روح پھونکنے، اس کا رزق، عمل، بدبختی اور سعادت مندی لکھنے پر مامور ہیں۔

حضرت حذیفۃ بن اُسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(20) بخاری: ۵۵۵، ۳۲۲۳، مسلم: ٦٣٢

((إِذَا مَـرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً ، بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْهَا مَلَكًا ، فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا، وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا، وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ! ! أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثٰى ؟ فَيَقْضِيُ رَبُّكَ مَا شَآءَ ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ ! أَجَلُهُ ؟ فَيَقُوْلُ رَبُّكَ مَا شَآءَ ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : يَا رَبِّ ! رِزْقُهُ ؟ فَيَـقْـضِـيْ رَبُّكَ مَـا شَـآءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ، ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَلَكُ بِالصَّحِيْفَةِ فِيْ يَدِهِ ،فَلَا يَزِيْدُ عَلٰى مَا أُمِرَ وَلَا يَنْقُصُ)) (21)

''جب (رحمِ مادر میں) نطفہ پر بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو اس کی شکل وصورت: اس کے کان، آنکھیں، جلد، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے، پھر وہ کہتا ہے: اے میرے رب ! مرد یا عورت؟ تو تمہارا رب جو چاہتا فیصلہ فرماتا ہے، اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر وہ کہتا ہے: اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہوگی؟ تو تمہارا رب جو چاہتا ہے کہتا ہے، اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر وہ کہتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کتنا ہوگا؟ تو تمہارا رب جو چاہتا فیصلہ فرماتا ہے، اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، اس کے بعد فرشتہ صحیفہ لے کر نکل جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا۔''

۱۱) وہ فرشتے جو موت کے وقت بنی آدم کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهُـوَ الْـقَـاهِـرُ فَـوْقَ عِبَـادِهٖ وَيُـرْسِـلُ عَـلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ (سورة الأنعام : ٦١)

''اور وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگران (فرشتے) بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں، اور وہ (اپنے کام میں) ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتے۔''

(21) مسلم: ۲۶۴۵

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَآئِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ ﴾ (سورة الأنعام:۹۳)

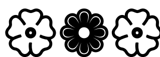
''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو''.

۱۲) وہ فرشتے جو قبر میں لوگوں سے سوال کرنے اور اس پر مرتب ہونے والی نعمتیں یا عذاب دینے پر مامور ہیں۔

۱۳) وہ فرشتے جن کی ذمہ داری امت کے سلام کو نبی ﷺ تک پہنچانا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِيْ الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلَامَ)) [22]

''بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں، اور وہ مجھ تک میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔''



(22) النسائی : ۱۲۸۲ ـ ابن حبان : ۹۱٤ ـ وصححه الألبانی

تیسرا رکن : ایمان بالکتاب

کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل کیں ان پر ایمان لانا، ارکانِ ایمان میں سے تیسرا رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر کتابوں کو نازل کیا جو کہ مخلوق کیلئے باعثِ رحمت وہدایت ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ (سورة البقرة : ۲)

"اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ پرہیز گاروں کیلئے باعثِ ہدایت ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۵)

"وہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کیلئے باعثِ ہدایت ہے، اور اس میں ہدایت کی اور (حق وباطل کے درمیان) فرق کرنے کی نشانیاں ہیں۔"

آسمانی کتابیں بندوں کیلئے دنیا وآخرت کی سعادت کی ضامن، اور ان کیلئے دنیا میں گزر بسر کرنے کیلئے ایک نظامِ زندگی اور دستورِ حیات ہیں، اور لوگوں کے اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (سورة الحدید: ۲۵)

"یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل دے کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل کرنے کی حکمت ذکر فرمائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ لوگ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرسکے۔

① کتابوں پر ایمان لانے کی حقیقت:

کتابوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ دل سے اس بات کی تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کتابیں اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں وہ اس کا حقیقی کلام ہے، اور غیر مخلوق ہے، اور ان کتب میں نور ہے اور وہ باعثِ ہدایت ہیں اور ان میں جو کچھ ہے اس کی پیروی کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کا یا ان میں سے بعض کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (سورۃ النسآء: ۱۳۶)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اسی طرح ان کتابوں پر بھی جو اس نے اس سے پہلے نازل کی ہیں، اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے کفر کیا، وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

② کتابیں نازل کرنے کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں متعدد حکمتوں کے پیشِ نظر نازل فرمائیں، ان میں سے چند حکمتیں یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں اس لیۓ نازل فرمائیں تا کہ اس کے بندے اپنے تمام مسائل میں انہیں اپنا مرجع بنائیں، اور ہر مسئلہ میں ان کی طرف رجوع کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلاً ﴾ (سورۃالنسآء : ۵۹)

"پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ عرفات میں خطبۂ حجۃ الوداع کے دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو تلقین فرمائی کہ وہ کتاب اللہ (قرآنِ مجید) کو مضبوطی سے تھام لے، اس طرح وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگی، لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم قرآنِ مجید کو سیکھیں، پڑھیں، اس پر غور وفکر کریں اور اس پر عمل بھی کریں۔

(۲) دوسری حکمت یہ ہے کہ لوگ ان کے ذریعے فیصلے کرسکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۲۱۳)

"(دراصل) لوگ ایک ہی جماعت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والے بنا کر مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔"

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے باہمی اختلافات کا فیصلہ قرآنِ مجید کے ذریعے کریں، اور تمام متنازعہ امور میں کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں، اور کتاب اللہ جو فیصلہ کردے اس کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیں اور اسے کھلے دل سے تسلیم کرلیں۔

(۳) تیسری حکمت یہ ہے کہ رسول ﷺ کے انتقال کے بعد اللہ کا دین ان کتابوں کے ذریعے محفوظ رہے، اسی لیئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا : كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ))(23)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ان کے بعد (یعنی اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو) کبھی گمراہ نہیں ہوگے: ایک ہے کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسری ہے میری سنت، اور یہ دونوں کبھی جدا جدا نہیں ہونگی یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس آئیں گی۔"

(۴) چوتھی حکمت یہ ہے کہ یہ کتابیں لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت کے طور پر قائم رہیں اور تا کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو کوئی نصیحت کرنے والا آیا ہی نہ تھا، اور چونکہ کتاب اللہ (قرآنِ مجید) موجود اور بفضل اللہ محفوظ و مامون ہے اس لیئے یہ واجب الاتباع ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ ﴾

(سورة الأعراف: ۳)

"تم لوگ اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی مت کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

(سورة الأنعام: ١٥٥)

"اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، یہ بڑی برکت والی ہے، لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

(23) المستدرك للحاكم وصححه الالبانى ،صحيح الجامع : ٢٩٣٧ والصحيحة: ١٧٦١

③ کتابوں پر ایمان لانے کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا دو طرح کا ہے:

(۱) اجمالی۔ (۲) تفصیلی۔

(۱) اجمالی ایمان سے مقصود یہ ہے کہ آپ اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام پر کتابوں کو نازل فرمایا ہے۔

(۲) تفصیلی ایمان سے مقصود یہ ہے کہ آپ ان کتابوں پر ایمان لائیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نام لے کر اپنی کتاب قرآنِ مجید میں کیا ہے، اور وہ ہیں: قرآنِ کریم، توراۃ، زبور، انجیل اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے، اور آپ اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اور بھی کتابیں ہیں جن کو اس نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا جن کے ناموں اور تعداد کا علم سوائے اس کے اور کسی کو نہیں۔

اور یہ بات بھی ہمارے ذہنوں میں رہنی چاہیئے کہ ان تمام کتابوں کی دعوت ایک ہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے بندے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کی توحید کا اقرار کریں، محض اس کی رضا کیلئے اعمالِ صالحہ انجام دیں [24] اور شرک و معاصی سے اجتناب کریں۔

آسمانی کتابیں

آسمانی کتب جن کا ذکر قرآن و حدیث میں وارد ہے مندرجہ ذیل ہیں:

① قرآنِ کریم:

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام پاک ہے جسے اس نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا، اور یہ آسمانی کتابوں میں سے سب سے آخری کتاب ہے، جس کی ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے

(24) اعمالِ صالحہ کیا ہیں؟ اسکی تفصیل جاننے کیلئے ہماری کتاب ''عملِ صالح کی پہچان'' کا مطالعہ فرمائیں جو توحید پبلیکیشنز، بنگلور نے شائع کردی ہے۔ (ابوعدنان)

حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہوا ہے اور اسے دوسری تمام کتابوں کیلئے ناسخ قرار دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ﴾ (سورۃالحجر: ۹)

''ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ (سورۃالمائدۃ: ۴۸)

''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے، اس لیئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اس اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجیئے۔''

یاد رہے کہ قرآنِ مجید سابقہ تمام کتابوں سے چند امور میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے، ان میں سے اہم امور کچھ یوں ہیں:

(۱) قرآنِ مجید اپنے لفظ و معنیٰ میں اور کونی و علمی حقائق میں معجزانہ حیثیت کا حامل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (سورۃ الإسراء : ۸۸)

''آپ کہہ دیجیئے! اگر جن و انس سب مل کر قرآن جیسی کوئی چیز بنالانا چاہیں تو نہ لاسکیں گے، خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔''

(۲) قرآن مجید آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے، اس کے نزول کے ساتھ ہی کتابوں کے نزول کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، جیسا کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے آنے کے بعد رسالت کے دروازہ کو بند کر دیا گیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی تحریف سے قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، جبکہ دوسری کتابوں کا معاملہ یہ نہیں ہے، اسی لیئے ان میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔

(۴) قرآنِ مجید سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ان پر محافظ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (سورۂ یوسف: ۱۱۱)

”یہ قرآن جھوٹی، بنی بنائی بات نہیں بلکہ یہ ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، اور یہ ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے اور ایمان والوں کیلئے باعثِ ہدایت ورحمت ہے۔“

(۵) یہ سابقہ تمام کتب کا ناسخ ہے۔

②تورات:

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور اسے باعثِ نور وہدایت بنایا، اور اس کے ذریعے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام اور ان کے علماء فیصلے فرماتے تھے۔ اور ہاں! اُس تورات پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، نہ کہ اس تحریف شدہ تورات پر جو اہلِ کتاب کے پاس موجود ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَّحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴾

(سورۃالمائدۃ: ۴۴)

”بلا شبہ ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت ونور ہے، اسی تورات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار انبیاء ان لوگوں کے فیصلے کیا کرتے تھے جو یہودی بن گئے تھے اور اللہ والے اور علماء بھی (اسی تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے)

کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔''

③ انجیل:

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس کو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور وہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ تاہم اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ صرف اُس انجیل پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے صحیح اصولوں کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، نہ کہ اس انجیل پر جو آج اہلِ کتاب کے پاس موجود ہے، اور اس میں تحریف کر دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْإِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (سورة المائدة: ٤٦)

''اور ہم نے ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی نازل شدہ کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے، اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور یہ کتاب بھی اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ پرہیزگاروں کیلئے سراسر ہدایت ونصیحت تھی۔''

یاد رہے کہ تورات وانجیل میں دوسرے احکام کے ساتھ ساتھ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی بشارت بھی موجود تھی، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ (سورة الأعراف: ١٥٧)

''جو لوگ ایسے رسول، نبی اُمی کی اتباع کرتے ہیں جس کو وہ اپنے پاس تورات

وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں، اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں، اوران لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔"

④ زبور :

یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل فرمایا، اس پر بھی ایمان لانا واجب ہے، لیکن اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل فرمایا، وہ زبور قطعی طور پر نہیں جو یہودیوں کے ہاتھوں تحریف کا شکار ہو چکی ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

﴿ وَ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴾ (سورۃ النسآء: ۱۶۳)

"اور ہم نے داوٗد کو زبور عطا فرمائی۔"

⑤ حضرت ابراھیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے :

یہ وہ صحیفے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو عطا کیئے تھے، اور یہ تمام صحیفے مفقود ہیں، اوران کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

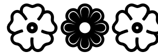
﴿ أَمۡ لَمۡ يُنَبَّأۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰیۙ ۝ وَإِبۡرَاهِيۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ۝ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ أُخۡرٰی ۝ وَأَنۡ لَّيۡسَ لِلۡإِنۡسَانِ إِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَأَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰی ۝ ثُمَّ يُجۡزَاهُ الۡجَزَآءَ الۡأَوۡفٰی ﴾ (سورۃ النجم: ۳۶ تا ۴۱)

"کیا اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی کوشش اس نے خود کی۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائیگی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔"

اور فرمایا:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ۝ إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾(سورۃ أعلٰی:١٦ تا ١٩)

''لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور بہت بقاء والی ہے، البتہ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں (یعنی) موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں۔''



چوتھا رکن: ایمان بالرسل

رسولوں پر ایمان لانا

یہ اس پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات واحکامات پہنچانے کے لیئے کچھ رسولوں (پیغمبروں) کو منتخب فرمایا، اور جس شخص نے ان کی فرمانبرداری کی وہ ہدایت یافتہ ہوا، اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو کچھ نازل فرمایا، انہوں نے اسے مخلوق تک مکمل وواضح طور پر پہنچادیا، اس میں نہ تو انہوں نے کچھ تبدیلی کی اور نہ ہی کچھ چھپایا، اور انہوں نے امانت کو ادا کر دیا، انہوں نے امت کی خیر خواہی کی، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا، اور لوگوں پر حجت قائم کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے جن کے نام ہمارے لیئے ذکر کیئے ہیں ان پر، اور جن کے نام ذکر نہیں کیئے ان پر بھی ایمان لانا ہم پر لازم ہے۔

① حقیقتِ نبوت:

مخلوق تک خالق کی شریعت کو پہنچانے کا جو واسطہ ہے اسے نبوت کہا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے یہ احسان فرماتا ہے، اور اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اس منصب کیلئے منتخب فرمالیتا ہے، انتخاب کرنے کا یہ اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴾

(سورۃ الحج: ۷۵)

''فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ چن لیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے''۔

نبوت وہبی (عطائی) ہوتی ہے کسبی نہیں، بایں معنیٰ کہ اسے کثرتِ عبادت سے حاصل نہیں

کیا جا سکتا، اور نہ ہی یہ نبی کے اختیار یا طلب کرنے سے ملتی ہے، بلکہ یہ تو درحقیقت ایک انتخاب ہے جو کہ صرف اللہ کی جانب سے ہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾

(سورۂ شوریٰ: ۱۳)

"اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔"

② رسولوں کی بعثت میں حکمت:

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مختلف حکمتوں کے پیشِ نظر مبعوث فرمایا، ان میں سے چند حکمتیں یہ ہیں:

(۱) انسانوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت پر لگانا، اور بندگیٔ مخلوق کی غلامی کا طوق اتار کر عبادتِ ربُّ العباد کی آزادی عطا کرنا، اور اس عظیم مقصد کی یاددہانی کروانا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اور وہ اس کی عبادت اور وحدانیت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

(سورۂ نحل: ۳۶)

"اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام باطل معبودوں سے بچو۔"

(۲) رسولوں کو بھیج کر لوگوں پر حجت قائم کرنا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (سورۃ النسآء: ۱۶۵)

"ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ

رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا با حکمت ہے"۔

(۳) بعض غیبی امور کو بیان کرنا، جن کا ادراک لوگ اپنی عقلوں سے نہیں کر سکتے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، فرشتے، قیامت کے دن سے پہلے واقع ہونے والے امور، روزِ قیامت، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ وغیرہ۔

(۴) رسولوں کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اپنی امتوں کے سامنے زندگی گذارنے کا ایک بہترین نمونہ پیش کریں۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهُ ﴾ (سورة الأنعام: ۹۰)

"یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس آپ بھی انہیں کے راستے کی پیروی کیجئے"۔

اور فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (سورة الممتحنة: ٦)

"یقیناً تمہارے لیئے ان لوگوں میں بہترین نمونہ ہے"۔

(۵) لوگوں کے نفوس کی اصلاح اور ان کا تزکیہ کرنا، اور ہر اس چیز سے ڈرانا جو انہیں ہلاک کرنے والی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(سورة الجمعة: ۲)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے واضح گمراہی میں تھے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ))[25]

''میں یقیناً اچھے اور پاکیزہ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔''

③ رسولوں کی ذمہ داریاں:

انبیاء ورسل علیہم السلام کو بڑی بڑی ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) امورِ شریعت کی تبلیغ کرنا اور لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ (سورة الأحزاب: ۳۹)

''یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کیلئے کافی ہے''۔

(۲) جو دین نازل کیا گیا ہے اس کی وضاحت کرنا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾

(سورة النحل: ۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (کتاب) کو اتارا تا کہ لوگوں کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں''۔

(۳) امت کو برائی سے ڈرانا، خیر وبھلائی کی طرف ان کی راہنمائی کرنا، ان کو ثواب کی

---

(25) أخرجه بهذا اللفظ البيهقي في السنن الكبرى: ۱۰/۳۱۸، واحمد بلفظ " صالح الأخلاق": ۱۴/۵۱۳ وصححه الألباني في الصحيحة: ۴۵ وصحيح الجامع: ۲۳۴۹

بشارت دینا اور سزا سے ڈرانا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ (سورۃالنساء: ۱۶۵)

''ہم نے رسولوں کو خوشخبریاں دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا''۔

(۴) اقوال وافعال میں پاکیزہ نمونہ اور اسوۂ حسنہ کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرنا۔

(۵) لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی شریعت کا عملی نفاذ کرنا۔

(۶) قیامت کے دن رسولوں کا اپنی امتوں پر گواہی دینا کہ انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

(سورۃ النسآء: ۴۱)

''پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے''۔

④ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین، اسلام ہے:

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا دین، اسلام ہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۹)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین، اسلام ہی ہے''۔

تمام انبیاء علیہم السلام ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے اور غیر اللہ کی عبادت چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے، اگرچہ ان کی شریعتیں اور احکام مختلف تھے لیکن وہ سب کے سب ایک اساس و بنیاد پر متفق تھے جو کہ توحید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ)) (26)

(26) البخاری: ۳۴۴۳، مسلم: ۲۳۶۵

''تمام انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں (جن کا باپ ایک ہے اور) مائیں الگ الگ ہیں، اوران سب کا دین ایک ہے۔''

⑤ تمام رسول بشر تھے اور انھیں علمِ غیب بھی نہیں تھا:

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کی صفات میں سے، اس لیئے کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی تھے۔ وہ کھاتے بھی تھے، پیتے بھی تھے، شادی بھی کرتے تھے، سوتے بھی تھے، بیمار بھی ہوتے تھے اور وہ تھکاوٹ بھی محسوس کرتے تھے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ ﴾ (سورة الفرقان: ٢٠)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾

(سورۂ رعد: ٣٨)

''ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔''

انہیں بھی دوسرے انسانوں کی طرح خوشی وغمی، مشقّت وآسانی اور ہشاش وبشاش ہونا جیسے عوارض لاحق ہوتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام علمِ غیب بھی نہیں رکھتے بجز اس کے کہ جس کی اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُوْلٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴾

(سورۃ الجن: ۲۶،۲۷)

”وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرلے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔“

⑥ رسولوں کا معصوم ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت و پیغام رسانی اور اس کی تبلیغ کیلئے کائنات میں سے افضل، اور پیدائشی و اخلاقی اعتبار سے اکمل انسانوں کا انتخاب کیا، اور انہیں کبیرہ گناہوں سے معصوم اور عیوب و نقائص سے مبرا بنایا، تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو اپنی امتوں تک پہنچائیں، لہٰذا وہ باتفاقِ امت تبلیغِ دین میں معصوم تھے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ یَآأَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ﴾ (سورۃ المائدۃ: ٦٧)

”اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اسے پہنچا دیجیئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ ہی لوگوں سے بچاتا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ﴾

(سورۃ الأحزاب: ٣٩)

”یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اسی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔“

اور فرمایا:

﴿ لِیَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَأَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴾ (سورۃ الجن: ٢٨)

”تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیا ہے، اور اس نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی و شمار کر رکھا ہے۔“

جب کبھی کسی نبی سے کوئی بھول چوک یا معمولی غلطی سرزد ہوئی، جس کا تبلیغ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے ان کیلئے فوراً بیان فرما دیا، اور انہوں نے اس سے فوراً توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا، چنانچہ وہ معمولی غلطیاں ایسے ہوگئیں کہ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔

⑦ انبیاء ورسل علیہم السلام کی تعداد اور سب سے افضل رسول:

یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے، ان میں سے رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے، جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مِـائَةُ أَلْفٍ وَّأَرْبَعَةٌ وَّعِشْـرُوْنَ أَلْـفًـا، اَلـرُّسُلُ مِنْ ذٰلِکَ ثَلاثُمِـائَةٍ وَّخَمْسَةَ عَشَر)) (27)

”ان کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے، ان میں سے تین سو پندرہ رسول تھے۔“

ان میں سے بعض کے واقعات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لیئے بیان فرمائے ہیں اور بعض کے واقعات بیان نہیں کیئے، جن انبیاء علیہم السلام کے نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائے ہیں، ان کی تعداد پچیس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ﴾

(سورة النسآء: ۱۶۴)

”اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں کیئے۔“

---

(27) رواه أحمد وصححه الألبانی فی تخریج المشکوٰة : ۵۷۳۷

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

(سورۃ الأنعام: ۸۳ تا ۸۸)

”یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے مرتبے بڑھا دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے، اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں، اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو، سب نیک لوگوں میں سے تھے، اور اسمٰعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی، اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو، اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل

وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔"

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری عطاء کی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ (سورۃ الإسراء: ۵۵)

"ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر برتری دی ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطاء کی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۳)

"یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

ان میں سے افضل وہ رسول ہیں جو اولوالعزم (عزم والے، عالی ہمت) کہلاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (سورۃ الأحقاف: ۳۵)

"پس (اے پیغمبر!) آپ ایسا صبر کریں جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ وَّإِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيظًا ﴾ (سورۃ الأحزاب: ۷)

"جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔"

حضرت محمد ﷺ سب رسولوں میں سے افضل ترین رسول ہیں اور آپ ﷺ خاتم النبیین،

امام المتقین اور بنی آدم کے سردار ہیں۔ جب تمام نبی اکٹھے ہوں تو آپ ﷺ ان کے امام اور جب وہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ ان کے خطیب ہیں، اور آپ ﷺ وہی صاحبِ مقامِ محمود ہیں جس پر پہلے اور بعد میں آنے والے سبھی رشک کریں گے، اور آپ ﷺ ہی صاحبِ لواء الحمد (جن کے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا) اور صاحبِ حوضِ کوثر ہیں جہاں پر لوگ وارد ہونگے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے دین کی سب سے افضل شریعت دے کر مبعوث فرمایا، اور آپ ﷺ کی امت کو جو لوگوں کے لیئے بپا کی گئی، بہترین امت بنایا، آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی اُمت کو فضائل اور بہترین خوبیوں سے مزین فرمایا جو کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو سابقہ امتوں سے ممتاز کرتی ہیں، اور آپ ﷺ کی امت دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب سے آخری امت ہے لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھائی جانے والی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ ہے:

((أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِيَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (28)

”میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا، اور میرے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہونگے“۔



(28) الترمذی :٣١٤٨۔ وصححه الألبانی

پانچواں رکن: ایمان بالیوم الآخر

یومِ آخرت پر ایمان لانا

دنیاوی زندگی کی انتہاء اور اس کے بعد دوسرے جہاں میں داخل ہونے پر پختہ اعتقاد رکھنے کا نام (ایمان بالیوم الآخر) ہے، جو موت سے شروع ہو کر قیامت کے آنے، پھر اٹھائے جانے، حشر نشر، جزاء وسزا اور لوگوں کے جنت یا جہنم میں داخل ہونے تک کو شامل ہے۔

آخرت پر ایمان لانا ان ارکان میں سے ایک ہے جن کے بغیر انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا، اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ﴾

(سورة البقرة: ١٧٧)

”بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر، روزِ قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔“

یاد رہے کہ قیامت سے مراد وہ دن ہے جس دن لوگ اپنے رب کے حکم سے اپنی اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تا کہ ان کا حساب کیا جا سکے، چنانچہ نیکوکار کو انعام اور برے کو عذاب دیا جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾

(سورة المعارج: ٤٣)

”جس دن وہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑے جا رہے ہونگے، جیسے وہ اپنے بتوں کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں۔“

روزِ قیامت کے نام:

اس دن کو قرآنِ کریم میں ایک سے زائد ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱) یوم القیامة (قیامت کا دن) ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (سورة القيامة: ۱)

"میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔"

۲) القارعة (کھڑ کھڑا دینے والی) ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ﴾ (سورة القارعة: ۱، ۲)

"کھڑ کھڑا دینے والی، کیا ہے کھڑ کھڑا دینے والی؟۔"

۳) یوم الحساب (حساب کا دن) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (سورة صٓ: ۲۶)

"یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس لیئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔"

۴) یوم الدین (جزاء کا دن) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ○ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ﴾

(سورة الانفطار: ۱۴، ۱۵)

"اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہونگے، وہ اس میں جزاء کے دن داخل ہونگے۔"

۵) الطآمّة (آفت) ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ (سورة النازعات: ۳۴)

"پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔"

۶) الواقعة، واقع ہونے والی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ (سورة الواقعة: ۱)

"جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی۔"

۷) الحآقّۃ (ثابت ہونے والی) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلۡحَآقَّةُ O مَا الۡحَآقَّةُ ﴾ (سورۃ الحاقۃ: ۱، ۲)

"ثابت ہونے والی، وہ ثابت ہونے والی کیا ہے؟"

۸) الصآخّۃ (کان بہرے کر دینے والی) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴾ (سورۂ عبس: ۳۳)

"پس جب کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آ جائے گی۔"

۹) الغاشیۃ (چھپا لینے والی) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَلۡ أَتٰـكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ﴾ (سورۃ الغاشیۃ: ۱)

"کیا آپ کے پاس چھپا لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے۔"

یاد رہے کہ آخرت پر ایمان لانا دو طرح کا ہے: (۱) اجمالی (۲) تفصیلی

(۱) اجمالی ایمان:

اجمالی ایمان یہ ہے کہ ہم اس دن پر ایمان لائیں جس میں اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے اور بعد میں آنے والوں، سب کو جمع کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، پھر ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور دوسرا جہنم میں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ إِنَّ الۡأَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ O لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ إِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴾

(سورۃ الواقعۃ: ۴۹، ۵۰)

"آپ کہہ دیجیئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ضرور ایک مقررہ دن کے وقت جمع کیئے جائیں گے۔"

(۲) تفصیلی ایمان:

موت کے بعد جتنی تفاصیل ہیں ان سب پر ایمان لانا، مثلاً قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں، صور میں پھونکنا، دوبارہ زندہ ہونا، حشر ونشر، حساب، جزاء وسزا، حوض، میزان، پل صراط، جنت ودوزخ........

سب سے پہلے اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ ہم سب کو اور پوری بنی نوع انسانیت کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ (سورۃ التغابن : ۷)

’’کافروں کا خیال یہ ہے کہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، آپ کہہ دیجئے ! کیوں نہیں اللہ کی قسم ! تمھیں ضرور بالضرور اٹھایا جائے گا، پھر جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی تمھیں خبر دی جائے گی، اور یہ کام اللہ پر انتہائی آسان ہے۔‘‘

قربِ قیامت

پھر ہمارا اس بات پر بھی پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ قیامت انتہائی قریب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ إِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍO فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلاًO إِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاO وَنَرَاهُ قَرِيْبًا ﴾

(سورۃ المعارج : ۴ تا ۷)

’’جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھ کر جاتے ہیں، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے، پس آپ اچھی طرح صبر کریں، بے شک یہ اس کو دور سمجھ رہے ہیں، اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔‘‘

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطىٰ)) (29)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا: میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں (جیسے یہ دو انگلیاں ہیں)۔''

اس حدیث کا ایک معنیٰ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا، بلکہ میرے بعد قیامت ہی آئے گی، جیسا کہ انگشتِ شہادت کے بعد درمیان والی انگلی ہی ہے، اور ان دونوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہے۔

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کا وقت صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّى لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورة الأعراف: ۱۸۷)

''یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گا؟ آپ فرما دیجیئے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہو گا، وہ تم پر اچانک آ پڑے گی، وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں، آپ فرما دیجیئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

(29) مسلم: ۲۹۴۹

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا O فِيْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا O إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا O إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا O كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴾ (سورة النازعات : ۴۲ تا ۴۶)

''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت کونسا ہے؟ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ اس کے علم کی انتہا تو آپ کے رب کی جانب ہے، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ان لوگوں کو جو اس سے ڈرتے ہیں، جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں۔''

اور حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ '': ......حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: مجھے قیامت کے متعلق بتائیں!'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ)) (30)

''جس سے اس کے متعلق سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''

کائنات کا خاتمہ...صور کا پھونکنا اور کائنات کا بے ہوش ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا اور دونوں کے درمیان چالیس (!) کا فاصلہ ہوگا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: چالیس دن کا؟

انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

(30) بخاری:۵۰، مسلم:۸

انھوں نے کہا: چالیس ماہ کا؟

انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

انھوں نے کہا: چالیس سال کا؟

انھوں نے کہا: میں انکار کرتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرے گا جس سے لوگ یوں اگیں گے جیسے کوئی سبزی اگتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا سوائے اس کی ایک ہڈی کے، جسے زمین کبھی نہیں کھائے گی، اور وہ ہے ریڑھ کی ہڈی، اور اسی سے مخلوق (کے مختلف اجزاء) کو قیامت کے دن جوڑا جائے گا۔''(31)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (چالیس) کی تحدید کرنے سے انکار کردیا کہ اس سے مراد چالیس دن ہیں یا چالیس ماہ، یا چالیس سال! اور ہوسکتا ہے کہ انھیں اس کا علم ہی نہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انھیں اس کا علم ہو لیکن انھوں نے اسے بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو کیونکہ ایک تو اُس وقت ابھی اس کی ضرورت ہی نہ تھی اور اس کے متعلق کچھ بتانا قبل از وقت تھا، اور دوسرا اس لیئے کہ یہ بات ان ضروری مسائل میں سے نہ تھی کہ جن کی تبلیغ کرنا ان پر واجب تھا۔ واللہ اعلم

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾(سورة الزمر: ٦٨)

''اور صور پھونک دیا جائے گا، پھر آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر

(31) بخاری: ۴۸۱۴ و ۴۹۳۵، مسلم: ۲۹۵۵

گر پڑیں گے، مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے وہ ایک دم کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

﴿ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بے ہوش ہوکر گرنے سے مستثنیٰ کرے گا، اور وہ کون لوگ ہونگے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، ان میں سے ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا، چنانچہ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ و تمام جہان والوں پر فضیلت دی، اس کے جواب میں یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسی ﷺ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی، یہ سن کر مسلمان غضبناک ہو گیا، اور اس نے یہودی کے چہرے پر ایک طمانچہ دے مارا، چنانچہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے مسلمان کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاَ تُخَيِّرُونِيْ عَلٰى مُوْسٰى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ، فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ، فَلاَ أَدْرِيْ أَكَانَ مُوْسٰى فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ)) (32)

''تم مجھے موسی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کیونکہ قیامت کے روز لوگ بے ہوش کر گر پڑیں گے، چنانچہ میں سب سے پہلا شخص ہونگا جسے ہوش آئے گا، اور میں دیکھوں گا کہ موسی علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہیں۔ تو مجھے نہیں معلوم کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہونگے اور مجھ سے پہلے انہیں افاقہ ہوگا، یا انہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں شامل کرے گا جو بے ہوش کر گرنے سے مستثنیٰ ہونگے۔''

---

(32) بخاری: ۶۵۱۷، مسلم: ۲۳۷۳:۴

صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴾

(سورۂ یٰسٓ : ۵۱)

"صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے۔"

اس آیت میں صور میں پھونکے جانے سے مراد دوسری مرتبہ پھونکا جانا ہے جس کے بعد لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

معروف امام تفسیر امام مجاہدؒ کہتے ہیں: "کافروں کو قیامت سے پہلے ایک بار ایسی نیند آئے گی کہ جس میں انھیں نیند کی لذت محسوس ہوگی، پھر اچانک ایک چیخ کی آواز آئے گی، جس سے وہ شدید گھبراہٹ اور خوف کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾

"پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔"

اور سورتِ یٰسٓ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کی حالت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قَالُوْا يَا وَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ﴾ (سورۂ یٰسٓ : ۵۲)

"کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟"

لہٰذا ان آیات سے ثابت ہوا کہ صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا: ایک مرتبہ پھونکے جانے سے لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، یعنی ان پر موت آجائے گی، پھر دوسری مرتبہ پھونکے جانے سے وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ہر بندہ اپنے آخری عمل پر اٹھایا جائے گا

✪ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ))[33]

”ہر بندے کو اس عمل پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی۔“

✪ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ، ثُمَّ بُعِثُوا عَلٰى نِيَّاتِهِمْ. وفى لفظ البخارى : عَلٰى أَعْمَالِهِمْ))[34]

”اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس قوم کے تمام افراد کو عذاب پہنچتا ہے، پھر انھیں ان کی نیتوں پر (اور بخاری کی روایت میں ہے :ان کے اعمال پر) اٹھایا جائے گا۔“

حشر کی کیفیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلَاثِ طَرَائِقَ :رَاغِبِينَ وَرَاهِبِينَ،وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيرٍ،وَثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيرٍ،وَأَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيرٍ،وَعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيرٍ،وَيَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا ، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا ، وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوْا ، وَتُمْسِي مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا))[35]

”لوگوں کو تین گروہوں میں اکٹھا کیا جائے گا: ایک گروہ امید رکھنے والے اور ڈرنے والوں کا ہوگا، دوسرے گروہ میں دو افراد کے پاس ایک اونٹ ہوگا، اور

(33) مسلم :۲۸۷۸ (34) بخاری :۷۱۰۸، مسلم:۲۸۷۹

(35) بخاری:۶۵۲۲، مسلم:۲۸۶۱

تین کے پاس ایک اونٹ ہوگا، اور چار کے پاس ایک اونٹ ہوگا، اور دس کے پاس ایک اونٹ ہوگا، اور باقیوں (تیسرے گروہ کے لوگوں) کو آگ اکٹھا کرے گی، اور وہ ان کے ساتھ رات گذارے گی جہاں وہ رات گذاریں گے، اور ان کے ساتھ دوپہر کا قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے، اور ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے، اور ان کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے (یعنی ہر وقت ان کے ساتھ رہے گی)۔''

ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں پہلے گروہ سے مراد نیکوکار لوگوں کا گروہ، اور دوسرے گروہ سے مراد وہ لوگ ہوں جنھوں نے نیکیاں بھی کی ہونگی اور برائیاں بھی، اور تیسرے گروہ سے مراد کفار کا گروہ ہو! واللہ اعلم

✪ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو ان کے چہروں کے بل کیسے جمع کیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَيْسَ الَّذِيْ أَمْشَاهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُّمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟)) (36)

''کیا وہ ذات جس نے اسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا، وہ اسے قیامت کے روز چہرے کے بل چلانے پر قادر نہیں؟''

✪ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِأَحَدٍ)) (37)

''لوگوں کو روزِ قیامت ایک ایسی زمین پر جمع کیا جائے گا جو میدے کی روٹی کی

(36) بخاری:۴۷۶۰و۶۵۲۳، مسلم:۲۸۰۶ (37) بخاری:۶۵۲۱، مسلم:۲۷۹۰

مانند سفید سرخی مائل ہوگی اور اس پر کسی چیز (عمارت، مکان اور مینار وغیرہ) کا نام ونشان نہیں ہوگا (یعنی زمین چٹیل میدان ہوگی)۔''

لوگوں کو ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں اٹھایا جائے گا

✪ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے اور ہمیں وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تمھیں اللہ کی طرف ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا۔''، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾

(سورة الأنبياء: ۱۰۴)

''جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم اسے دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، اور خبردار! میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، پھر انھیں بائیں طرف لے جایا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کی تھیں، لہٰذا میں بالکل اسی طرح کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (حضرت عیسی علیہ السلام) نے کہا تھا:

﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ

عِبَادُکَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

(سورۃ المائدۃ : ۱۱۷، ۱۱۸)

''میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے فوت کر دیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے، اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر ان کو معاف فرما دے تو تُو غالب ہے، حکمت والا ہے۔''

تب کہا جائے گا: ''جب سے آپ ان سے جدا ہوئے، انھوں نے دین سے منہ موڑ لیا تھا اور وہ مرتد ہو گئے تھے۔''(38)

✪ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً ، قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ ؟ قَالَ: يا عَائِشَةُ ! اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ))(39)

''قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں جمع کیا جائے گا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''اے عائشہ! اس روز کا معاملہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے گفتگو کرے گا اور دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَايَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَايَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ ،

(38) بخاری ۳۳۴۹و ۳۴۴۷و ۴۶۲۵، مسلم: ۲۸۶۰ (39) بخاری: ۶۵۲۷، مسلم: ۲۸۵۹

وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ . وفي رواية : وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)) (40)

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر شخص سے عنقریب ہم کلام ہوگا اور دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے عمل ہی نظر آئیں گے، اور اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اسے اپنے عمل ہی نظر آئیں گے، اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم نظر آئے گی، لہٰذا تم جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے آدھے حصے کا صدقہ کر کے ہی۔''

(دوسری روایت میں ہے)''اگرچہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی۔''

قیامت کے روز لوگوں کے درمیان قصاص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ)) (41)

''تم قیامت کے روز حق والوں کے حقوق ضرور بالضرور ادا کرو گے، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کیلئے بھی بدلہ لیا جائے گا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُونَ دِينَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ ، وَإِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) (42)

---

(40) بخاری : ۶۵۳۹ و ۱۴۱۳۰ (41) مسلم:۲۵۸۲

(42) بخاری :۲۴۴۹،۶۵۳۴

’’جس کسی کے پاس اس کے بھائی کا حق ہو، اس کی عزت وآبرو سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے، تو وہ آج ہی اس سے آزاد ہو جائے (یعنی یا تو وہ حق اسے ادا کردے یا اسے اس سے معاف کروالے)، اس دن کے آنے سے پہلے جب نہ دینار ہوگا نہ درہم، اور اگر اس کے پاس نیک اعمال ہونگے تو اس کے حق کے بقدر اس سے نیک اعمال لے لیئے جائیں گے، اور اگر نیکیاں نہیں ہونگی تو صاحبِ حق کی بعض برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘

حقوق العباد کے بارے میں پوچھ گچھ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟))

’’کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

((اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ))

’’ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی اور ساز وسامان۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ ، يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ، وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا ، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) (43)

(43) مسلم:۲۵۸۱

''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لیکر آئے گا، اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی پر بہتان باندھا ہوگا، اور کسی کا مال کھالیا ہوگا، اور کسی کا خون بہایا ہوگا، اور کسی کو مارا ہوگا، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو اس کے حق کے بقدر اس کی نیکیاں دی جائیں گی، اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ لیکر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، اور پھر اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔''

نبی کریم ﷺ کا حوض

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو قیامت کے دن حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا، جس کے اوصاف آپ ﷺ نے اپنی احادیثِ مبارکہ میں یوں بیان فرمائے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا، ہم نے پوچھا: آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے پڑھا:

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ. إِنَّآ أَعۡطَيۡنَاكَ الۡكَوۡثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡأَبۡتَرُ﴾

''شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

''(اے محمد!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ تو اپنے پروردگار کے لیۓ نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تمھیں معلوم ہے کہ الکوثر کیا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ

جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر خیرِ کثیر موجود ہے، اور وہ ایسا حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن آئیں گے، اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے، پھر کچھ لوگوں کو پیچھے دھکیلا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئے کام ایجاد کیئے تھے۔"(44)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! حوض کے برتن کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَآنِیَتُهٗ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَكَوَاكِبِهَا فِی اللَّیْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِیَةِ، آنِیَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ یَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَیْهِ، یَشْخَبُ فِیْهِ مِیْزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ یَظْمَأْ، عَرْضُهٗ مِثْلُ طُوْلِهٖ، مَا بَیْنَ عَمَّانَ إِلٰی أَیْلَةَ، مَاؤُهٗ أَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ))(45)

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس کے برتن ان ستاروں سے زیادہ ہیں جو تاریک اور بے ابر (صاف) رات میں ہوتے ہیں، وہ جنت کے برتن ہیں، جو شخص ان سے پیئے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی، اس میں جنت کے دو میزاب (پرنالے) بہہ رہے ہونگے، جو شخص ایک بار اس پانی کو پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر

(44) مسلم ۔ الصلوٰۃ باب حجة من قال البسملة آیة من أول کل سورة : ٤٠٠
(45) مسلم: ٢٣٠٠

ہے جو اتنی ہے جتنی (عمان) اور (ایلہ) کے درمیان ہے، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔"

میزان برحق ہے

روزِ قیامت وزن برحق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ لْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾ (سورة الأعراف : ٨، ٩)

"اور اس روز وزن بھی برحق ہے، پھر جس شخص کا (نیکیوں والا) پلّہ بھاری ہوگا ،سو ایسے لوگ کامیاب ہونگے ، اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾

(سورة الأنبياء : ٤٧)

"قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو اسے ہم سامنے لائیں گے، اور ہم حساب لینے کیلئے کافی ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، اور میں انھیں

گالیاں دیتا ہوں اور مارتا بھی ہوں، تو ان کے متعلق میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ؟“
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُحْسَبُ مَا خَانُوْکَ وَعَصَوْکَ وَكَذَّبُوْکَ ، وَعِقَابُکَ إِيَّاهُمْ ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُکَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا ، لَا لَکَ وَلَا عَلَيْکَ ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُکَ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فُضْلاً لَکَ ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُکَ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْکَ الْفَضَل))

”ان کی خیانت ونافرمانی، تجھے انھوں نے جو جھٹلایا، اور جتنی تو نے انھیں سزا دی، اس سب کا حساب کیا جائے گا، اگر تیری سزا ان کی غلطیوں کے بقدر ہوئی تو معاملہ برابر ہو جائے گا، نہ اس سے تمہیں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ نقصان، اور اگر تیری سزا ان کی غلطیوں کے مقابلے میں کم ہوئی تو تجھے ان پر فضیلت حاصل ہوگی، اور اگر تیری سزا ان کی غلطیوں سے زیادہ نکلی تو تجھ سے زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔“

یہ شخص ایک طرف ہو کر رونے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تو نے کتاب اللہ میں یہ آیت نہیں پڑھی؟:

﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ﴾

(سورۃ الأنبياء : ۴۷)

”قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔“

اس شخص نے کہا: ”اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! میرے خیال میں میرے لیئے اور ان کیلئے یہی بہتر ہے کہ میں انھیں چھوڑ دوں، اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آج کے بعد یہ سب آزاد ہیں۔“(46)

---

(46) ترمذی : ۳۱٦٥ ـ وصححه الألباني

پل صراط پر سے گذر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''......چنانچہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (شفاعت کی) اجازت دی جائے گی، پھر امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا جو پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہوجائیں گے، پھر (لوگ پل صراط پر سے گذرنا شروع کریں گے چنانچہ) سب سے پہلا شخص بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گذر جائے گا۔''

میں (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کوئی چیز بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بھی گذر سکتی ہے؟''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم نے (آسمان پر) بجلی کو نہیں دیکھا، کیسے وہ تیزی کے ساتھ جاتی ہے اور پلک جھپکتے ہی واپس آجاتی ہے؟ پھر دوسرا آدمی ہوا کی طرح تیزی کے ساتھ گذر جائے گا۔ پھر تیسرا آدمی پرندے کی اڑان اور مردوں کے دوڑنے کی طرح گذر جائے گا۔

یہ سب اپنے اپنے اعمال کے مطابق وہاں سے گذریں گے، اور تمھارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہوکر کہہ رہا ہوگا:

((یَا رَبِّ ! سَلِّمْ سَلِّمْ))

''اے میرے رب! تو ہی سلامتی دے اور تو ہی محفوظ فرما۔''

یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آجائیں گے، اور یہاں تک کہ ایک آدمی ایسا آئے گا جو گھسٹ گھسٹ کر ہی چلنے کے قابل ہوگا، اور پل صراط کے کناروں پر مڑے ہوئے سرے والی لوہے کی سلاخیں لٹکی ہوئی ہونگی جنھیں بعض لوگوں کو پکڑنے اور اچک لینے کا حکم دیا گیا ہوگا، لہٰذا وہاں سے گذرنے والوں میں سے کچھ تو خراشیں وغیرہ لگنے کے بعد نجات پا کر اسے

عبور کر جائیں گے اور کئی لوگوں کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور وہ جہنم میں گر جائیں گے۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی جان ہے! جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔''(47)



(47) مسلم:۱۹۵

چھٹا رکن: ایمان بالقدر

تقدیر پر ایمان لانا

تقدیر سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق وازلی علم اور اپنی حکمت کی بناء پر کائنات کیلئے مقرر فرمائی ہے، اور اس کا مرجع اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایمان بالقدر دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لانے کا ایک حصہ ہے، اور یہ ایمان کے ان ارکان میں سے ایک ہے کہ جن کے بغیر ایمان مکمل اور درست نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ (سورة القمر: ۴۹)

''بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے''۔

تقدیر کے مراتب:

تقدیر کے چار مراتب ہیں، اور ان چاروں پر ایمان لائے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا، اور وہ مراتب یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ازلی (ہمیشہ رہنے والے) علم پر ایمان لانا جو کہ ہر چیز کو محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابٍ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ (سورة الحج: ۷۰)

''کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيۡ ظُلُمَاتِ الۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ (سورة الأنعام : ۵۹)

''اورغیب کی چابیاں تو اسی کے پاس ہیں، اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے اسے وہ جانتا ہے، اور کوئی پتّا تک نہیں گرتا جسے وہ جانتا نہ ہو، نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو، اور تر اور خشک جو کچھ بھی ہو سب کتابِ مبین (لوحِ محفوظ) میں موجود ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر جو تقدیریں لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہیں ان پر ایمان لانا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا فَرَّطۡنَا فِي الۡكِتَابِ مِنۡ شَيۡءٍ ﴾ (سورة الأنعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا تَكُوۡنُ فِيۡ شَأۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡ مِنۡهُ مِنۡ قُرۡآنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا إِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِي الۡأَرۡضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَا أَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَا أَكۡبَرَ إِلَّا فِيۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ (سورۂ یونس: ۶۱)

''(اے نبی!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں، اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہیں، اور (اے لوگو!) جو کام بھی تم کر رہے ہوتے ہو، ہم ہر وقت تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں جبکہ تم اس میں مشغول ہوتے ہو، اور زمین وآسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی ایسی نہیں جو کہ آپ کے رب سے چھپی رہ سکے، اور ذرہ سے بھی چھوٹی یا اس سے بڑی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوحِ محفوظ) میں نہ ہو۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِینَ أَلْفَ سَنَۃٍ))(48)

''اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تحریر فرمادیا تھا۔''

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((یَا بُنَیَّ ! إِنَّکَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِیقَۃِ الْإِیْمَانِ حَتّٰی تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ ، وَمَا أَخْطَأَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیبَکَ))

''اے میرے پیارے بیٹے! تم ایمان کی حقیقت کا ذائقہ محسوس نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اس بات پر یقین کرلو کہ جو چیز تمہارے مقدر میں لکھی گئی ہے وہ تم سے چوکنے والی نہیں، اور جو چیز تمہارے مقدر میں نہیں لکھی گئی وہ تمہیں ملنے والی نہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ ، فَقَالَ لَہُ : اکْتُبْ ، قَالَ : رَبِّ ! وَمَا ذَا أَکْتُبُ ؟ قَالَ : اُکْتُبْ مَقَادِیرَ کُلِّ شَيْءٍ حَتّٰی تَقُومَ السَّاعَۃُ))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، پھر اس سے کہا: لکھو، اس نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیروں کو لکھو۔''

بعد ازاں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے سے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(48) مسلم: ۲۶۵۳

((مَنْ مَّاتَ عَلٰی غَیْرِ هٰذَا فَلَیْسَ مِنِّیْ)) (49)

"جس شخص کی موت اس (اعتقاد) کے علاوہ کسی اور (اعتقاد) پر آئے گی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ الصادق المصدوق ہیں) نے ارشاد فرمایا:

"بے شک تم میں سے ہر شخص کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (بصورتِ نطفہ) جمع کی جاتی ہے، پھر اتنا ہی عرصہ وہ خونِ بستہ کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت وہ گوشت کے لوتھڑے کے شکل میں رہتا ہے، پھر ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے، اور اسے چار کلمات کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی موت، اس کا عمل اور کیا یہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت! اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَوَالَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَیْرُهٗ ! إِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ ، فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ ، فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُهَا ، وَإِنَّ أَحَدَکُمْ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ ، فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ ، فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَدْخُلُهَا)) (50)

"اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبودِ برحق نہیں! بے شک تم میں سے ایک شخص اہلِ جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن تقدیر اس پر سبقت لے جاتی ہے، پھر وہ اہلِ جہنم کا کوئی عمل کرتا ہے، اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے، اور تم میں سے ایک شخص اہلِ جہنم کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے

(49) ابو داؤد : ٤٧٠٠ ـ وصححه الألباني

(50) بخاری:۳۲۰۸، مسلم:۲۶۴۳

درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن تقدیر اس پر سبقت لے جاتی ہے، پھر وہ اہلِ جنت کا کوئی عمل کرتا ہے، اور وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔"

(۳) اس بات پر ایمان لانا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہی واقع ہوتی ہے، اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورۃالتکویر: ۲۹)

"اور تم بغیر پروردگارِ عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ)) "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا ؟ بَلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ)) (51)

"کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے بلکہ تم یوں کہو ((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ)) یعنی اکیلا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے"

(۴) اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (سورۃ الزمر: ۶۲)

"اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔"

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

((خَلَقَ اللّٰهُ كُلَّ صَانِعٍ وَّصَنْعَتَهُ)) (52)

"اللہ تعالیٰ نے ہی ہر کاریگر اور اسکی کاریگری کو پیدا فرمایا ہے۔"

(51) مسند أحمد۔ وصححه الألباني فی الصحیحة : ۱۳۹

(52) رواه البزار ۔ ورجاله رجال الصحیح غیر أحمد بن عبد اللّٰه وهو ثقة ۔ قاله الهیثمی

تقدیر کے بارے میں عقیدۂ سلف

تقدیر کے بارے میں سلف صالحین رحمہم اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے، اور اس نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں مقرر فرمادی تھیں، ان کی موت کے اوقات، ان کا رزق کتنا ہوگا؟ اور کہاں سے ملے گا؟ اور وہ کونسے اعمال کریں گے؟ اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ وہ خوش نصیبی اور بدبختی میں سے کس کو اختیار کریں گے؟ سو ہر چیز اس نے واضح طور پر اپنی کتاب (لوحِ محفوظ) میں ضبط و محفوظ کر رکھی ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اور جو کچھ ہو چکا ہے، نیز جو کچھ ہونے والا ہے، اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسے ہوتا؟ وہ سب کچھ جانتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، نیز سلف صالحین رحمہم اللہ کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ بندوں کیلئے بھی مشیّت اور قدرت ہے جس کے ذریعے وہ، وہ اعمال سرانجام دیتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ان کو طاقت و ہمت عطا کی ہے، لیکن یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت و چاہت کے بغیر بندوں کی کوئی مشیّت و چاہت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (سورۃالعنکبوت: ٦٩)

''اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہوں کی راہنمائی ضرور کریں گے''۔

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ بندوں سے کوشش اور جدوجہد مطلوب ہے.

افعال العباد

سلف صالحین رحمہم اللہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا، اور ان کے افعال کا خالق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۃ الصافات: ٩٦)

''اور اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا ہے۔''

یعنی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مشیتِ عامہ کے بغیر نہیں ہوتا، ہاں البتہ ان افعال کے کرنے والے حقیقت میں بندے ہی ہیں، لہٰذا اگر کسی نے کسی واجب کام کو چھوڑا یا حرام کا ارتکاب کیا تو وہ یہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں قائم کر سکتا کہ یہ تو میری قسمت میں لکھا ہوا تھا، کیونکہ جب اس نے گناہ کیا تھا تو اس وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گناہ میری تقدیر میں لکھا ہوا ہے، تقدیر تو اللہ تعالیٰ کا راز ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور چونکہ اس نے اس گناہ کا ارتکاب اپنے اختیار سے کیا اس لیئے وہ تقدیر کو اپنے گناہ پر حجت نہیں بنا سکتا، نیز یہ بات یاد رہے کہ مصائب پر تقدیر کو حجت بنانا تو جائز ہے، گناہوں پر حجت بنانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے مابین ایک مباحثے کے بارے میں ارشاد ہے:

((تَحَاجَّ آدمُ وَمُوسٰی ، فَقَالَ مُوسٰی : أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ أَخْرَجَتْکَ خَطِیْئَتُکَ مِنَ الْجَنَّةِ ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوسٰی الَّذِی اصْطَفَاکَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِکَلَامِهِ ، ثُمَّ تَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ ؟ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی))(53)

''آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا آپس میں مباحثہ ہوا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا: آپ وہی آدم علیہ السلام ہیں جنہیں ان کی غلطی نے جنت سے نکال دیا تھا! آدم علیہ السلام نے کہا: آپ وہی موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کیلئے منتخب فرمایا، اس کے باوجود بھی آپ مجھے ایک ایسے معاملے پر ملامت کر رہے ہیں جسے میری تخلیق سے قبل ہی میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا! چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے''۔

بندوں کے افعال واعمال کے بارے میں تین نظریات پائے جاتے ہیں:

---

(53) بخاری:۶۶۱۴، ۷۵۱۵، مسلم:۲۶۵۲

(۱) ایک نظریہ تو یہ ہے کہ بندوں کے افعال بندوں کی مخلوق ہیں، اور بندے ان کے خالق ہیں، اوران میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ نظریہ قدریہ کا ہے جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) اس کے بالمقابل دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے، اوراس کی حیثیت ہوا کے دوش پر اڑتے ہوئے تنکے کی ہے کہ ہوا اسے جس طرف چاہے اڑا لے جائے، اوراللہ تعالیٰ نے ہرانسان کی تقدیر پہلے سے لکھ کر اسے مجبورِ محض بنا دیا ہے.....اور یہ دونوں نظریات باطل ہیں۔

(۳) علماءِ سلف رحمہم اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا موقف اپنایا ہے جو کہ مبنی بر حق ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان نہ تو مکمل طور پر مختارِ کل ہے اور نہ ہی پورے طور پر مجبورِ محض ہے، بایں معنیٰ کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان مجبورِ محض ہے، مثلاً انسان کی موت وحیات، اس کے رنگ کا گورا ہونا یا کالا ہونا، اس کا خوبصورت ہونا یا بدصورت ہونا، اس کا کامل الخلقت ہونا یا عجیبُ الخلقت ومعذور ہونا، یہ ایسی چیزیں ہیں جن میں اس کا کوئی بس نہیں چل سکتا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار اور ارادہ بھی عطا کیا ہے، اور اسے متعدد صلاحیتوں سے نوازا ہے، جن کی بناء پر وہ اچھے اور برے میں تمیز کرسکتا ہے، اور اسی اختیار اور اس کی صلاحیتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اسے مکلّف بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ (سورۃ البلد : ۱۰)

''اور ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے۔''

یعنی خیر وشرّ کے، ایمان وکفر کے اور سعادتمندی وبدبختی کے دونوں راستے ہم نے اسے دکھا دیئے ہیں، اور معاملہ اس پر چھوڑ دیا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کو اس بات کا سابق وازلی علم حاصل ہے کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے گا؟ لیکن اس علم کو انسان کے اچھی یا بری راہ کے اپنانے میں کوئی دخل نہیں، انسان اگر کوئی راہ اپناتا ہے تو اپنے اختیار سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيمَ ﴾ (سورۃ التکویر : ۲۸)

''یہ (نصیحت ہے) اس شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔''

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، اوران پر کتابیں نازل فرمائیں، اوران کے ذریعے حق اور باطل کو واضح فرما دیا، لہٰذا ان دلائل کی بناء پر انسان کو مجبورِ محض قرار دینا بالکل غلط ہے۔

بندے پر تقدیر کے متعلق واجبات

بندے پر تقدیر کے بارے میں دو واجب ہیں:

① حسبِ مقدور واجبات وفرائض پر عمل کرے، اور محرمات سے اجتناب کرے، اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے، اور اس سے دعا کرے کہ وہ اس کیلئے خیر و بھلائی کے اعمال میسر فرمادے، صرف اسی پر توکّل کرے، اسی کی پناہ طلب کرے، اور بھلائی کے حصول اور برائی کے ترک کرنے پر اسی کا محتاج رہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ، وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّیْ فَعَلْتُ کَذَا لَکَانَ کَذَا، وَلٰکِنْ قُلْ : قَدَّرَاللّٰہُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ)) (54)

''طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے، اور دونوں میں خیر موجود ہے، اور تم اس چیز کے حصول کی کوشش کرو جو تمہارے لئے نفع بخش ہو، اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو، اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا تھا اور اس نے جو چاہا وہ کر دیا، کیونکہ لفظ (لَوْ) یعنی (اگر) شیطانی عمل کو کھولتا ہے''۔

(54) مسلم: ۲۶۶۴

② انسان پر لازم ہے کہ وہ تقدیر میں لکھی ہوئی چیز پر جزع وفزع نہ کرے بلکہ صبر کا مظاہرہ کرے۔اور وہ اس بات پر یقین کر لے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس پر اسے راضی ہی رہنا چاہیئے اور اسے تسلیم کرنا چاہیئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ))[55]

''مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اور اس کا ہر معاملہ یقیناً اس کیلئے خیر کا باعث ہوتا ہے، اور یہ خوبی سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی، اگر اسے کوئی خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، تو وہ اس کیلئے خیر وبرکت کا باعث بن جاتی ہے، اور اگر اسے کوئی غمی پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے، اور یوں وہ بھی اس کیلئے باعثِ خیر واجر بن جاتی ہے۔''

اور اسے اس بات پر بھی یقین ہونا چاہیئے کہ جو چیز اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے وہ اس سے چوکنے والی نہیں، بلکہ اسے مل کر رہے گی، اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں نہیں لکھی، وہ اسے ملنے والی نہیں، چاہے وہ جتنی محنت کر لے اور چاہے جتنے جتن کر لے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ))[56]

''اور اس بات کا بھی اچھی طرح سے یقین کر لو کہ جو چیز اللہ تعالیٰ تجھ سے روک لے وہ تجھے ہرگز نہیں مل سکتی، اور جو چیز اللہ تعالیٰ تجھے عطا کرنا چاہے اسے کوئی

(55) مسلم:۲۹۹۹ (56) احمد ، ترمذی ـ صحیح الجامع للألبانی : ۷۹۵۷

بھی تجھ سے روک نہیں سکتا۔"

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا: "میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں، لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ میرے وہ شبہات ختم کر دے۔" تو انہوں نے فرمایا:

"اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب میں مبتلا کرے تو یہ اس کی طرف سے ان پر ظلم نہ ہوگا، اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے کہیں زیادہ ہوگی، اور اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرمائے گا یہاں تک کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ، اور اس بات کا یقین کر لو کہ جو چیز تمہارے مقدر میں لکھی ہوئی، وہ تم سے چوک نہیں سکتی، اور جو چیز تمہارے مقدر میں نہیں لکھی ہوئی ہے وہ تمہیں مل نہیں سکتی، (اور یاد رکھو!) اگر تمہاری موت اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر آئی تو تم جہنم میں داخل ہو جاؤ گے۔"

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی مجھے یہی بات کہی، اور پھر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، بعد ازاں میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح کی حدیث سنائی۔ (57)

لہٰذا تقدیر پر راضی ہونا لازمی امر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ ہر قسم کی بھلائی، عدل اور حکمت سے پُر ہے، اور جو شخص اس پر مطمئن ہو جائے وہ حیرت، تردد اور پریشانی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور اس کی زندگی سے بے قراری اور اضطراب کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور پھر وہ کسی چیز کے چھن جانے سے غمزدہ نہیں ہوتا، اور نہ ہی وہ اپنے مستقبل کے بارے میں خوفزدہ رہتا ہے، بلکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند، خوشگوار زندگی والا اور آسودہ حال ہوتا ہے، اور جس شخص کو اس بات پر یقینِ کامل ہو کہ اس کی زندگی محدود ہے، اور اس کا رزق متعین اور معدود و گِنا چنا ہے تو وہ

---

(57) ابو داؤد: ٤٦٩٩، ابن ماجہ: ٧٧ ـ وصححه الألباني

سمجھا جاتا ہے کہ بزدلی اس کی عمر میں اور بخیلی اس کے رزق میں کبھی اضافے کا باعث نہ بنے گی، ہر چیز لکھی ہوئی ہے، لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اسے جو مصیبت پہنچے وہ اس پر صبر کرے، اور اپنے گناہوں پر استغفار کرے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا أَصَابَكَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (سورة التغابن: ١١)

''کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے، اللہ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ﴾ (سورۂ غافر: ۵۵)

''پس (اے نبی!) آپ صبر کیجیئے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، نیز آپ اپنے گناہ کی معافی مانگتے رہیئے۔''

تقدیر کو حجت بناتے ہوئے عمل کو چھوڑنا جائز نہیں

جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کو چھوڑ دینا جائز نہیں، کیونکہ کسی کے پاس کوئی علمِ یقینی تو نہیں ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی، اگر اس کے پاس کچھ علم ہوتا تو ہم اسے نہ کسی کام کا حکم دیتے اور نہ کسی کام سے منع کرتے. اور اگر عمل کو چھوڑنا جائز ہوتا تو کبھی کسی قوم پر عذابِ الٰہی نازل نہ ہوتا، اور نہ کسی کافر، اور فاسق و فاجر کا مؤاخذہ ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع میں ایک جنازے میں شریک تھے، اتنے میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے، چنانچہ ہم سب آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک

چھڑی تھی جس سے آپ ﷺ سر جھکائے ہوئے زمین پر کرید رہے تھے (جیسے کسی گہری سوچ میں ہوں)، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ ، مَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، وَإِلَّا وَقَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً))

''تم میں سے جو شخص بھی پیدا ہوا ہے اس کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے، جنت میں یا دوزخ میں، اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔''

یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اپنی قسمت کے لکھے پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرنا چھوڑ نہ دیں؟ کیونکہ جو نیک بختوں میں لکھا گیا ہے وہ بالآخر نیک بختوں میں ہی شامل ہوگا، اور جو بد بخت لکھا گیا ہے وہ بالآخر بد بختوں میں ہی شامل ہوگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِعْمَلُوْا! فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ)) ثُمَّ قَرَأَ : ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾[58]

''تم عمل کرو، کیونکہ ہر ایک کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان کر دیا گیا ہے، اور جو شخص سعادتمندوں میں لکھا گیا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دی جاتی ہے، اور جو شخص بد بختوں میں لکھا گیا ہے اسے ویسی ہی توفیق دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: (جن کا ترجمہ یہ ہے)

''پھر جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا، اور پرہیزگاری اختیار کی، اور اچھی

(58) بخاری: ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، مسلم: ۲۶۴۷

باتوں کی تصدیق کی، تو ہم اسے آسان راہ پر چلنے کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا، اور لا پرواہی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا، تو ہم اسے تنگی کی راہ پر چلنے کی سہولت دیں گے۔"

مسئلہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے

تقدیر اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے، جسے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، جیسے اللہ تعالیٰ کا کسی کو گمراہ کرنا، کسی کو ہدایت دینا، کسی کو مارنا، کسی کو زندہ کرنا، کسی کو محروم کرنا اور کسی کو نوازنا وغیرہ ہے......ان تمام امور اور انکی حکمتوں سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔

اسی لیئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَأَمْسِكُوا))(59)

"جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو (بحث کرنے سے) رک جاؤ۔"

دنیوی اسباب کا استعمال

دنیوی اسباب کو اختیار کرنا تقدیر اور توکّل کے منافی نہیں بلکہ یہ اسی کا ایک جزء ہے۔ اگر کسی انسان پر کوئی مصیبت یا آزمائش آجائے تو اسے کہنا چاہیئے:

((قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ))

"اللہ تعالیٰ ہی نے تقدیر بنائی ہے اور وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔"

اور اس کے واقع ہونے سے قبل انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ مشروع اسباب کو اختیار کرے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ان مشروع دنیوی اسباب ووسائل کو اختیار کیا جو کہ ان کو

---

(59) رواه الطبراني في الكبير والبيهقي في القضاء والقدر، وحسنه العراقي في تخريج الإحياء: ٥٠/١، والحافظ ابن حجر في الفتح: ٤٧٦/١١، والألباني في الصحيحة: ٣٤

ان کے دشمنوں سے تحفظ دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور وحی کی تائید بھی حاصل تھی، رسول اللہ ﷺ جو سید المتوکلین تھے، جن کا اپنے رب پر قوی توکّل تھا، وہ بھی دنیوی اسباب کو اختیار کرتے تھے۔ اور فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ (سورة الأنفال: ٦٠)

''تم ان کے مقابلہ کیلئے حسبِ استطاعت قوت اور فوجی گھوڑوں کو تیار کرو، تاکہ اس کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوف ودہشت زدہ رکھ سکو۔''

نیز فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾ (سورة الملك: ١٥)

''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیئے زمین کو مطیع وپست کردیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف تمہیں زندہ ہوکر اٹھنا ہے''۔

نبیٔ اکرم ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی ہم پہلے بھی ذکر کرچکے ہیں لیکن یہاں دوبارہ اس کی یاددہانی کراتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ ، اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا لَكَانَ كَذَا ، وَلَكِنْ قُلْ : قَدَّرَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ)) (60)

(60) مسلم: ٢٦٦٤

’’طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے، اور دونوں میں خیر موجود ہے، اور تم اس چیز کے حصول کیلئے کوشش کرو جو تمہارے لیئے نفع بخش ہو، اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو، اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا تھا اور اس نے جو چاہا وہ کر دیا، کیونکہ لفظ (لَوْ) یعنی (اگر) شیطانی عمل کو کھولتا ہے۔‘‘

ارکانِ ایمان کے تعارف پر مشتمل انہی تفصیلات پر اکتفاء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچا اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے، اور ایمان پر ہی ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حافظ محمد اسحاق زاهد

الکویت

علمِ وحی اور علمِ سائنس کا باہمی تقابل

علمِ وحی	علمِ سائنس
① علمِ وحی کا سرچشمہ علیم وخبیر ذات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔	① علمِ سائنس کا سرچشمہ ناقص اور محدود انسانی عقل ہے۔
② علمِ وحی ایمان بالغیب کا متقاضی ہے۔	② علمِ سائنس ایمان بالاسباب کا متقاضی ہے۔
③ علمِ وحی قطعی اور یقینی علم ہے۔	③ علمِ سائنس ظنی اور غیر یقینی علم ہے۔
④ علمِ وحی کامل علم ہے۔	④ علمِ سائنس نامکمل اور ناقص علم ہے۔
⑤ علمِ وحی کے بیان کردہ قوانین اور حقائق قیامت تک کے لیئے غیر متبدل ہیں۔	⑤ علمِ سائنس کے قوانین میں ردوبدل کی ہر وقت گنجائش رہتی ہے۔
⑥ علمِ وحی مادی اور روحانی ترقی... دونوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔	⑥ علمِ سائنس صرف مادی ترقی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔
⑦ علمِ وحی اللہ کی معرفت اور قربت پیدا کرتا ہے۔	⑦ علمِ سائنس کبھی اللہ کی معرفت اور کبھی اللہ سے دوری یا انکار کا باعث بنتا ہے۔
⑧ علمِ وحی دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کو اہم قرار دیتا ہے۔	⑧ علمِ سائنس کی تمام تر توجہ دنیاوی زندگی پر ہے جس میں آخرت کا کوئی تصوّر نہیں۔
⑨ علمِ وحی کے قوانین عقل کے مطابق بھی ہیں اور عقل سے ماوریٰ بھی۔	⑨ علمِ سائنس کے تمام قوانین عقل کے مطابق ہونے ضروری ہیں۔
⑩ علمِ وحی ایمان اور یقین میں اضافہ کرتا ہے۔	⑩ علمِ سائنس ضعف ایمان اور عقل پرستی میں اضافہ کرتا ہے۔



Published By
توحید پبلیکیشنز
Tawheed Publications
#43, S.R.K. Garden, Bangalore-41
Email: tawheed_pbs@hotmail.com

